۲۷

جملہ حقوق بحق عبدالحق اکاڈیمی محفوظ ہیں

جنگ ۱۹۳۹ء

کیوں ہوئی ؟

از

جناب شیخ رحمن بخش بی اے ال ال بی

ناشر

عبدالحق اکیڈیمی حیدرآباد (دکن) قیمت ۸ر

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن

پہلا اڈیشن (۱۵۰۰)

جس کتاب پر
ڈائرکٹران
سید علی شبر حاتمی یا محمد اقبال سلیم گاہندری
کے
قلمی دستخط نہ ہوں وہ مسروقہ سمجھی جائے گی

دستخط

شکر ہے خدائے بزرگ و برتر کا، آج ہم عبدالحق اکاڈیمی سے دوسری
کتاب پیش کر رہے ہیں۔ یہ کتاب دنیا کے سب سے بڑے موضوع یعنی موجودہ
جنگ سے متعلق ہے۔ یہ وہ موضوع ہے جو آج انسانی آبادی کے ہر
حصہ میں موضوع بحث و مذاکرہ بنا ہوا ہے۔

جنگ یوں تو ہمیشہ ہی ہوتی رہی ہے، اور آسمانی کتاب کی شہادت
ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے فرزندوں میں ہی جنگ شروع ہو گئی تھی
ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو اپنی خواہشات کی رو میں قتل کر ڈالا
تھا۔ بلکہ اس سے بھی پہلے تخلیق آدمؑ کے قبل ہی فرشتوں کی نظریں خمیر
آدم میں خوں ریزی و فساد کے عناصر دیکھ رہی تھیں، لیکن طبعی علوم کی
فراوانی، ذرائع رسل و رسائل کی بہتات اور انسانی دماغ کی ترقی،

معکوس نے بیسویں صدی ہجری میں جنگ کو جتنی ہولناک اور تباہ کن بنا دیا ہے اس کا اندازہ لگانا ہمارے آبا و اجداد کے لئے ممکن نہ تھا۔ آج جنگ کہیں ہو اور خاکدان ارضی کا کوئی حصہ میدان کارزار بنے، جنگ کے اثرات سے انسانوں کی کوئی آبادی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مشرق و مغرب پر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کہیں اجسام و مکانات پر آگ و خون کی بارش ہوتی ہے اور زندگیاں ختم ہوتی ہیں اور کہیں زندگیوں کے لئے سامان حیات مفقود ہوتا ہے۔ ہر چیز کمیاب ہر چیز نایاب، کاروبار میں تعطل، دماغوں میں ہیجان، ہر ڈرائنگ روم میں، ہر عصرانہ اور ظہرانہ میں، بلکہ ہر چائے خانہ میں جنگ موضوع بحث بن جاتا ہے۔ خطرہ کا احساس، گرانی کی فکر، اور مستقبل کی فکر زندگی کو تلخیوں کی خبر دیتی ہے۔"

یہ ہیں وہ حالات جن میں ہم یہ کتاب "جنگ کیوں ہوئی" شایع کر رہے ہیں۔ آپ سوال کریں گے کہ عبدالحق اکاڈیمی نے علم و ادب کی کوئی معیاری کتاب آپ کے لئے کیوں نہ منتخب کی، عبدالحق اکاڈیمی یہی چاہتی تھی، مگر آج کل آپ کو ایسی کتاب پڑھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی فرصت ہے؟ ہم نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے ذوق پر بار ڈالیں اور کتاب کی افادیت کو آپ کے لئے ختم کر دیں۔ اس کے ماسوا جدید مباحث کے متعلق جو معلومات مہیا کی جائیں۔ انکی افادیت اور علمی وزن، سب کے نزدیک مسلم ہے۔ اس لئے یہی مناسب سمجھا گیا کہ

اس موضوع پر ایک وسیع اور پر از معلومات کتاب پیش کی جائے۔

یہ کتاب مولوی رحمن بخش صاحب بی اے ال ال بی وکیل بیاور (راجپوتانہ) کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ کتاب کے متعلق ہمیں اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں ہے کہ کتاب آپ کے سامنے ہے۔ آپ مطالعہ کے بعد مصنف کے عمیق مطالعہ کی داد دئیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جرمن چانسلر ہر ہٹلر کے اعمال و افکار کی جس عمدگی کے ساتھ تحلیل کی گئی ہے وہ اسے جرمن پروپیگنڈے کے خوبصورت نقاب سے باہر لاکر اصلی خط و خال کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دیتی ہے اور آپ موجودہ جنگ اور اس کے دیوتا ہٹلر کے متعلق وہ سب کچھ معلوم کر لیتے ہیں۔ جسے معلوم کرنے کا اشتیاق ہر تعلیم یافتہ شخص میں موجود ہے اصل کتاب سے پہلے ۳۸ صفحہ کا ایک مقدمہ " ہٹلر کی فرعونیت" کے عنوان سے شامل ہے۔ یہ مقدمہ ادارہ عبدالحق اکاڈیمی کی طرف سے لکھا گیا ہے۔ اس میں جنگ اور اس کے اسباب پر اصولی بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جنگ کا حقیقی سبب وہ غلط بنیاد ہے جس پر آج اقوام کی تعمیر کی جاتی ہے۔ اور اسی کے متعلق نئی نسلوں کی تربیت وہ اعمال ہیں جن کا لازمی نتیجہ جنگ ہی ہو سکتا ہے۔ اس مقدمہ کو بغور مطالعہ فرمانے کے بعد آپ ہر ہٹلر کے خونین افعال کو انکی حقیقی روح کے ساتھ سمجھ سکیں گے۔

کتاب کو اور زیادہ مفید بنانے کے لئے ہم نے آٹھ مختلف نقشے بھی شامل کر دیئے ہیں، تاکہ آپ کو مطالعہ کے وقت کسی دوسرے اٹلس کی

تلاش نہ کرنی پڑے اور متعلقہ مقامات آپ کے سامنے رہیں۔

آخر میں حل طلب الفاظ اور مقامات کی تشریح کے لئے ایک مختصر فرہنگ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے معزز ناظرین اسے پسند فرمائیں گے۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو صبح سے شام تک بیسوں مرتبہ تعلیم یافتہ طبقہ میں استعمال ہوتے ہیں، اخبارات و رسائل ملتے رہیں۔ لیکن کم لوگ ہیں جو اس کی تشریح اور اس کے حقیقی معنوں سے واقف ہیں۔

کاغذ کی گرانی و کمیابی نے اب نایابی کی شکل اختیار کر لی ہے اچھا چکنا کاغذ بازار میں کسی قیمت پر نہیں ملتا، مجبوراً ہمیں رف کاغذ لگانا پڑا یہ کاغذ اچھے چکنے کاغذ سے دو گنے بلکہ کسی قدر اس سے بھی زیادہ داموں ملا ہے۔ ہم اپنے ناظرین سے معذرت خواہ ہیں کہ کتابت کی دیدہ زیبی اور طباعت کی خوبی کے ساتھ ساتھ کاغذ کی خوبی قائم رکھنا ہمارے بس کی بات نہ رہی ورنہ ہم یقیناً اچھے سے اچھا کاغذ اپنی مطبوعات کے لئے استعمال کرتے، اس نامراد جنگ نے جہاں زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کیا ہے وہاں ہماری ادبی و علمی زندگی بھی اس کی زد سے باہر نہ رہ سکی، اس لئے جب تک یہ صورت حال قائم ہے، یہ سب کچھ برداشت کرنا ہی پڑے گا۔ فقط

سیّد علی شبّر حاتمی اقبال سلیم گاہندری

اگست ۱۹۴۱ء
جون ۱۳۵۰ ف

فہرست

۹

ہٹلر کی فرعونیت

ہمیشہ انسانی ہوا و ہوس کے بے پایاں سمندر سے جنگ کے بادل اٹھ اٹھ کر فضائے کائنات پر چھاتے رہتے ہیں، اور بڑی مدت نہیں گذرتی کہ یہ بادل برس پڑتے ہیں۔ فرشتوں کی حقیقت بیں نگاہیں اس خلیفۂ ارضی کی تخلیق سے پہلے ہی اسکی فطرت کو دیکھ رہی تھیں، اسی لئے تو کہا تھا کہ یہ پتلۂ خاکی دنیا میں فساد اور خوں ریزی سے باز نہ آئے گا۔ فرشتوں کی یہ پیشین گوئی کب اور کس دن سچی ثابت نہ ہوئی۔ آفتاب اس زمین کے افق سے کب نکلا جب اس نے آدمؑ کی اولاد کو فساد مچاتے اور خون بہاتے نہیں دیکھا۔ اور وہ کونسا دن آیا جب کہ فرشتوں کو آدم خاکی پر زیر لب تبسم کا موقع نہیں ملا۔ انسان قدرت کی بے پایاں دولت پر قبضہ جما رہا ہے، سمندر اس کے اقتدار میں، ہواؤں پر اس کی حکومت، لوہا، تانبہ، سیسہ اور پیتل پر اس کا قبضہ، کائنات کا ذرہ ذرہ اور فضا کی ایک ایک موج اس کے دست اقتدار کی گیرائیوں میں اسیر ہوتی جارہی ہے، جیسے جیسے اس کا تصرف دنیا پر بڑھتا جارہا ہے فساد و خونریزی کی طاقت بھی ترقی کرتی جارہی ہے۔ انسان، بدنصیب انسان اپنی عقل و فراست کی توانائیاں کہاں صرف کر رہا ہے! اپنی تباہی پر، اپنی بربادی پر، اور اپنی ہی ذلیل ذہنیت کی تکمیل پر۔

واقعی سبب

جنگ کے لئے کسی واقعی وجہ کی ضرورت نہیں۔ جنگ ہمیشہ بلا وجہ ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد کہیں ظاہری آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی، اس کا سبب ٹٹولنے سے نہیں ملتا۔ اس کی وجہ ڈھونڈ کر ملکوں کی پیداوار میں سے نہیں نکالی جا سکتی۔ جنگ کا اصلی سبب اور حقیقی وجہ ہمیشہ جنگ کرنے والی قوموں کے دماغوں میں پوشیدہ ہوتا ہے، اسے ڈھونڈھیئے ان گمراہوں کی دماغی رو میں، اسے تلاش کیجئے ان کے دل کی گہرائیوں میں، وہاں اس کی حقیقی وجہ اور اصلی سبب مل جائیگا اور آپکو صاف نظر آئے گا کہ وہ تمام اسباب ظاہری جنہیں جنگ کے وجوہ اسباب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جنہیں سمجھا جاتا ہے کہ اگر یہ نہ ہوتے تو شاید جنگ نہ ہوتی۔ خود دلوں کی کجی، دماغوں کی غلط فکر اور افراد و اجتماع کی ہوس پرستیوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ بین الاقوامی معاہدات، کچی پکی اشیاء کا تبادلہ، حق فرمان دہی و فرماں روائی، پہاڑوں، دریاؤں اور صحراؤں سے پیدا کئے ہوئے حدود ارضی، سمندروں میں جہاز رانی کے حقوق، جنہیں کسی نہ کسی طرح جنگ وجدال کا سبب بنایا جاتا ہے۔ خود پیداوار ہیں خود غرضی، ہوس پرستی، بے ایمانی اور ناانصافی کے۔

جنگ کیوں ہوتی ہے اور کیسے شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے ماہرین تاریخ و اجتماع جنگ سے پہلے پیدا ہونے والے واقعات کا جائزہ لیتے ہیں۔ معاہدات کی دفعات پر غور کرتے اور غور و فکر کے بعد فتوی صادر فرماتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جنگ کے اسباب میں سب سے پہلی چیز

دیکھنے کی یہ ہے کہ اجتماع انسانی کی دماغی رو کیا ہے۔ اور اس دماغی رو کو تیز تر کرنے کی کیا کیا سبیلیں اختیار کی جا رہی ہیں۔ نئی پود کی دماغی و ذہنی تربیت کس بنیاد پر ہو رہی ہے افراد انسانی جنہیں ہم بکھرے ہوئے موتی سے تعبیر کرتے ہیں، کس قسم کی لڑی میں پرو دیئے جا رہے ہیں اور کیا وہ قوت جامعہ و مرکز اجتماع جس کے گرد کسی قوم کے افراد جمع ہیں، اسی طرح کیا ہے وہ مقصد مشترک جس نے افراد کو اجتماع کی شکل بخشی ہے جب تک اس کی جانچ پڑتال اچھی طرح نہ ہوگی جنگ وصلح کے اسباب و وجوہ اگرچہ بہت سے سامنے آئیں گے لیکن پھر بھی حقیقی و اصلی وجہ آنکھوں سے پوشیدہ رہے گی۔

معاہدات کے نتائج

اگرچہ جنگ کو ایک ناگزیر چیز قرار دیا گیا ہے لیکن اس پر غور بہت کم کیا گیا کہ جنگ ناگزیر کیوں ہے اور کیا تھوڑے دنوں کی ایسی جنگ جو ناگزیر وجوہ کی بنا پر لڑی جائے ایک عالمگیر امن پیدا کر سکتی ہے مبارک ہے وہ جنگ جو بعد کی ایک طویل مدت کے لئے امن و اماں کا پیام ثابت ہو اور قابل نفرت و لعنت ہے وہ صلح جو کسی دوسری عظیم و ہولناک جنگ کی فرصت مہیا کر دے۔ ورسلینز کا معاہدہ، کیلاگ کا میثاق، لوزان کی صلح کا نفرنس اگر ہٹلر و مسولینی کو جنم دے سکتی ہو تو ایسی صلح سے کیا فائدہ، اسی طرح اگر ولسن کی کوششیں ورسلینز پر اترنے والی امریکن مسلح طاقت کے بل پر کامیابی تک پہنچ سکیں تو اس سے کیا حاصل؟ اگر یہ واقعہ اور نا قا

اٹھارہ واقعہ ہے کہ ورسلیز کی صلح سے کمزوروں کو کمزورتر اور قوی کو قوی تر کیا گیا تو اسی وقت سے دنیا کے لئے دوسری جنگ عظیم کا انتظار بھی شروع ہو گیا۔ اور اگر یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ نازیت کی ساری بنیاد ایک خطرناک انتقام کے زبردست عزم پر قائم ہے تو یقین کرنا چاہئے کہ اس جنگ کے بعد اس سے بڑی اس سے زیادہ ہولناک اور اس سے کہیں زیادہ تباہ کن جنگ سے دنیا کو دو چار ہونا پڑے گا۔ پھر خون کے دریا بہیں گے پھر آگ آسمانوں سے برسے گی، پھر انسانوں کے پھیپھڑوں کے لئے زہریلی ہوائیں مہیا کی جائیں گی۔ پھر بچے، بوڑھے، جوان مرد، اور عورت کیلئے موت کا فاقوں کا، خانماں کی بربادی کا بازار گرم ہو گا۔

جنگ کیوں ہوئی، اور زیادہ وسیع الفاظ میں جنگیں کیوں ہوتی ہیں؟ اس سوال پر غور کرنے کے لئے سب سے پہلے اس پر غور فرمائیے کہ اجتماع کی تعمیر کن بنیادوں پر کی جاتی ہے۔ جب اجتماع کی تعمیر جذبۂ نفرت، انتقام، اور خود غرضی پر ہو گی تو اس کا نتیجہ جنگ کے سوا کیا ہو گا؟ ظاہر ہے کہ فرد کی جنگ فرد سے کچھ زیادہ خطرناک نہیں ہوتی۔ آج جنگوں کیلئے انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، اسباب و سائل کی بڑی سے بڑی مقدار اور کسی قوم کی تمام تر قوت عمل مہیا کی جاتی ہے، ورنہ جنگ کامیابی کے ساتھ نہیں لڑی جا سکتی۔ نہ طویل ہو سکتی ہے، اور نہ خطرناک۔ اس کے بعد یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس قوت جامعہ کے ماتحت عمل کرنے کیلئے افراد انسانی کی کس طرح تربیت کی جاتی ہے۔ ہم اپنے اس مختصر سے

مضمون میں علحٰدہ وضاحت کے ساتھ ان دونوں مسائل کو پیش کرتے ہیں۔

قوت جامعہ

جس طرح دنیا کی ہر چیز فطری قوانین اور ابدی ضوابط کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہے۔ جیسے ایک بطخ کا ننھا بچہ تیرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے، اور جیسے شیر کے بچے کو درندگی سکھائی نہیں جاتی بلکہ خود بخود آ جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح افراد انسانی میں کچھ خاص قسم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، لیکن انسان صرف جبلت کے ماتحت عمل نہیں کرتا بلکہ اچھے بُرے کی سمجھ بوجھ رکھتا ہے اس لئے عزم و ارادہ کے ماتحت عمل کرتا ہے اپنے ارادہ کی خوبی و خرابی کو بھی سمجھتا ہے۔ اس لئے کسی ذی ہوش انسان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بغیر سمجھے عمل کر رہا ہے۔ انسان جب کوئی برائی ارادہ کے ماتحت کرتا ہے تو وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اچھا کر رہا ہے یا بُرا۔ لیکن یہ سب کچھ صرف اسی وقت تک ممکن ہے جب تک کہ افراد اپنے اعمال میں آزاد ہوں؛ انہیں اجتماع کی طاقت سے بے دست و پا بلکہ اور زیادہ صحیح الفاظ میں بے فکر و دماغ نہ بنا دیا گیا ہو۔

جب چند افراد کسی مقصد مشترک کے لئے متحد کر دیئے گئے ہوں۔ اور ان میں جماعت پیدا ہو گئی ہو اس وقت قوت جامعہ یعنی وہ مقصد مشترک افراد کے دماغوں پر چھا جاتا ہے۔ اور انسانی دماغ اس کے خلاف سوچنے سے عادی ہو جاتا ہے۔ اسے اس طرح سمجھئے کہ پانچ مختلف الخیال اشخاص جب ایک درخت کے کاٹنے پر متحد ہو جائیں

اور عمل کرتے ہیں تو ان کے سامنے اس درخت کو کاٹ کر گرا دینے کے سوا کوئی چیز نہیں آسکتی۔ اور اس مقصد کے حصول تک وہ کسی دوسرے معاملہ پر غور نہیں کر سکتے۔ اس وقت ایک اجتماعی ارادہ پیدا ہو جاتا ہے جو مجمع کے تمام افراد پر طاری ہو کر ان سے عمل کراتا ہے۔ اسی طرح جب دنیا کے بہت سے افراد کسی ایک مقصد کو بنیاد قرار دے کر اجتماع تعمیر کر لیتے ہیں تو ان کے اعمال اس مقصد کے تابع ہو جاتے ہیں ان کے دماغ حصول مقصد کے سوا کسی دوسری بات پر غور کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور انکے اعمال کا منبع انفرادی عزم وارادہ نہیں بلکہ اجتماعی عزم وارادہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اقوام وملل کے اعمال کی علت تلاش کرتے وقت ہمیشہ اس قوت جامعہ کی تلاش کرنی چاہئے جو ان تمام افراد سے اعمال سرزد کرا رہی ہے اگر یہ قوت جامعہ نیکی وخیر سگالی سے پیدا ہوگی تو اعمال محمود ہوں گے۔ ورنہ انکے اعمال یقیناً خطرناک اور ہولناک نتائج پیدا کریں گے۔ ظاہر ہے کہ بچاس ڈاکو جب قتل وغارت گری کو مقصد بنا کر گھروں سے نکلیں تو ان کے اعمال میں رحم، خدا ترسی، اور نیکی کی تلاش بے معنی ہوگی۔

موجودہ دور میں قوم سے کیا معنی مراد لئے جاتے ہیں اور قومیت کس طرح تعمیر ہوتی ہے یہ ایک طویل بحث ہے جسے کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھئے۔ یہاں صرف اس قدر وضاحت ضروری ہے کہ دنیا میں آج جو خوں ریزی ہو رہی ہے اس کی ذمہ داری انفرادی عزم وارادہ پر عائد ہوتی ہے یا اقوام متحاربہ میں اندرونی طور پر شدت کے ساتھ

کام کرنے والی" قوت جامعہ" پر اگر یہ ذمہ داری قوت جامعہ پر عائد ہوتی ہے تو اس وقت تک جب تک ایسی نامحمود قوت جامعہ موجود ہوگی۔ جنگ ملتوی تو ہوسکتی ہے مگر ختم نہیں ہوسکتی، اور پھر یہ مدت التوا بھی کسی طرح طویل نہ ہوسکے گی۔

ان ممالک کو ہم عمداً چھوڑ دیتے ہیں جو غلام زیر نگیں اور زیر فرمان ہیں کیونکہ ان ممالک میں بسنے والے عموماً دو غیر مساوی جماعتوں میں منقسم ہیں ایک جماعت میں قوت جامعہ جذبۂ فرماں برداری ہے۔ اور دوسری میں نفرتِ فرمانبرداری، ہر ایسے ملک میں عموماً ان ہی دو قسم کے افراد پائے جاتے ہیں چاہے ان کے اندر اور بہت سی ذیلی تقسیمیں موجود ہوں لیکن ایسے ملک کا ہر فرد ان دو قوتوں میں سے کسی ایک کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔

ان ممالک کو چھوڑ کر اب ایسے ممالک کو لیجئے جو آج کل اصطلاح میں آزاد ممالک کہے جاتے ہیں۔ ان میں قوت جامعہ کیا ہے؟ غور فرمائیے، یہ عموماً ارضی حدود ہیں، یا زبان، یا نسل۔

وطنیت اول، ارضی حدود۔ وطن، اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ علاقہ جو ایک نظم ونسق سیاسی کے ماتحت مسلسل قطعۂ اراضی پر مشتمل ہو، وہاں کے باشندوں کو اسی زمین کی عزت، اس کی سربلندی کا واسطہ دے کر ایک دوسرے سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ ان کے مابین کوئی اصول و آئین کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ ہر وہ شخص ان کا اپنا ہے

اس وطن کا باشندہ ہو، اور ہر وہ شخص غیر بلکہ بسا اوقات دشمن ہوتا ہے
اس علاقے یا وطن کا رہنے والا نہ ہو۔ یہ صورت حال آپ کو اس وقت
ریباً تمام دنیا میں نظر آئے گی۔
اس قوت جامعہ کو عقل و خرد کی کسوٹی پر پرکھنے کی بجائے جو ایک
ل کام ہے اس وقت صرف یہ دیکھئے کہ اس مقصد اور اس نصب العین
شخاص کو کس طرح متفق کیا جاتا ہے اور پھر اس کے لازمی نتیجے کے طور پر
ـ کیسے شروع کی جاتی ہے۔
بچہ کو بچپن سے اس کی تربیت دیجاتی ہے کہ اس کا سب سے بڑا
ب العین وطن کے نام پر مرمٹنا ہے۔ درسیات میں ایسے قصے کہانیاں
ل کی جاتی ہیں جو اُس کے دماغ میں اس عقیدہ کو راسخ کردیں، جن
ں نے وطن کے نام پر کوئی خدمت انجام دی ہو۔ انکی قدر افزائی کی
ی ہے۔ اُن کے بت بنا کر رکھے جاتے ہیں، اور کمسن طلبہ کو انکی سیرت میں
نمایاں طور پر وطنیت کا عنصر سمجھایا جاتا ہے۔ ہر اسکول اور کالج
ں قومی ترانہ کے نام سے ایسی نظمیں گانے کی رسم رائج ہے جو وطن کی
بندی کے لئے عہد و پیماں کا درجہ رکھتی ہیں۔ غرض کہ شخصی طور پر
یں حق و ناحق کی تمیز کا جو جذبہ قدرت کی طرف سے موجود ہوتا ہے
، تعلیم، تربیت اور ماحول کی قوت سے دبا دیا جاتا ہے۔ ایسی فضا
تعلیم و تربیت کا دور اُسے گذارنا پڑتا ہے جہاں حق و ناحق، صداقت
ـ کا معیار صرف وطن اور وطنیت رہ جاتی ہے۔ درس میں اخلاقی

نام سے جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان میں ملک و وطن کی خدمت کو حق و صداقت کے معیار سے بالاتر قرار دیا جاتا ہے۔ اس طرح کی تعلیم و تربیت کے بعد انسان سے حق و باطل کے مابین تمیز کی قوت ختم ہو جاتی ہے اور انفرادی ضمیر مردہ ہو کر قومی ضمیر کے ماتحت آجاتا ہے اس وقت اچھائی اور برائی کا معیار بدل جاتا ہے اور ہر وہ کام محمود قرار پاتا ہے جس سے وطن و اہل وطن کی بہبود متوقع ہو چاہے وہ کام خود اپنی جگہ پر کتنا ہی برا ہو، اور چاہے اس سے دنیا کے دوسرے انسانوں پر کتنی ہی بڑی مصیبت آجائے، اسی طرح ہر وہ کام مذموم و قابل نفرت و لعنت قرار پاتا ہے جو کسی طرح ملک یا اہل ملک کیلئے مضرت رساں ہو، چاہے اس سے بنی نوع کو بڑے سے بڑا فائدہ پہنچے اور خود وہ فعل انسانیت کے لئے شرف و کمال کا درجہ کیوں نہ رکھتا ہو۔

آپ اس وقت دنیا کے حکومتی محکمہ ہائے جاسوسی اور پروپیگنڈا ڈیپارٹمنٹ کو دیکھئے، اس میں کام کرنے والے اور ایسے محکموں کو چلانے والے انسان کے انفرادی ضمیر کی عدالت میں، جھوٹے، افترا پرداز، بے ایمان، ناقابل اعتبار اور بدترین سزاؤں کے مستحق ہیں لیکن وطنیت اور اہل وطن کے اجتماعی ضمیر کے سامنے، قابل تعریف، قابل انعام قابل تحسین اور اس قابل ہیں کہ قومی سیرگاہوں، درسگاہوں اور کتب خانوں میں ان کی تصویریں اور ان کے بت بنا کر رکھے جائیں آئندہ نسلیں ان کی سیرت سے سبق حاصل کریں۔ انکے نقش قدم پر

چل کر وطن کی خدمت کریں۔

دیکھا آپ نے انفرادی ضمیر کی مردنی کا حال، اگر کسی شخص سے پوچھا جائے کہ ایک ایسے شخص کو تم کیا کہو گے جو روزانہ کئی بار بالکل جھوٹ اور بے اصل باتیں مختلف آلات کی مدد سے دنیا کے کروڑوں انسانوں کو سناتا ہے، اور طرح طرح سے اس کذب وافترا پردازی کا لوگوں کو یقین دلاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس افتراء پردازی سے اپنے مخالف انسان یا جماعت کو بدنام کرے، تو یقیناً یہی جواب دے گا کہ ایسا شخص قابل سزا ہے: ناقابل اعتبار اور شہدا ہے لیکن آپ آج دنیا کی وطنی جماعتوں سے ایسے شخص کے لئے فتویٰ طلب کریں آپ کو یہ جواب ملے گا کہ ایسے شخص سے بڑی سے بڑی تنخواہ ملنی چاہئے تاکہ وہ یہ خدمت انجام دیتا رہے، ایسے شخص کو بڑے سے بڑا اعزاز ملنا چاہئے تاکہ دوسرے اشخاص بھی اس کی اتباع کریں، اسی طرح نوجوانوں کے قلوب میں ایسی خدمات انجام دینے کا شوق پیدا ہو۔ اسی طرح ظلم وستم، قتل وغارت گری، اور لوٹ گھسوٹ کی تعریف کے گیت گائے جاتے ہیں اور بہت ہی ابتدائی عمر سے انسانوں کی اس قوت کو معطل کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان دوسرے حیوانوں کے مقابلہ میں اشرف المخلوقات کا درجہ رکھتا ہے، شخصی آزادی کردار کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔ اور انفرادی ضمیر کو اجتماعی ضمیر کے ماتحت بنا کر افراد سے وہ اعمال کرائے جاتے ہیں جو حقیقتاً خود ان کے نزدیک بھی قابل نفرت ہیں۔

تربیت کی خرابی اس قسم کی تربیت و اسباب کی بنا، پر دنیا میں کامیابی حاصل کرتی ہے۔ اول تو اس لئے کہ ہر انسان میں فطرتاً جس ماحول میں رہتا ہے اس سے کسی قدر انس پیدا ہو جاتا ہے، پاس پڑوس کے رہنے والوں سے ایک قسم کی محبت ہو جاتی ہے اب اس کے بعد جب اُسے اسی محبت وانس کا واسطہ دے کر بار بار ابھارا جاتا ہے تو اس کی عقل حق و باطل کی تمیز سے عاجز ہو جاتی ہے اور ایک طرح کی مجنونانہ محبت کام کرنے لگتی ہے۔ دوسری وجہ اس دماغی مرض کا تغذیہ اور جذبۂ نفرت و حقارت کی پیدائش ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی ملک کے باشندے اپنے اتحاد اور اپنی چالاکی سے دوسرے ملک پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ وہاں کے اصلی باشندوں پر زندگی کی راہیں بند کر دیتے ہیں۔ انہیں خدا کی دی ہوئی دولت اور عزت سے اس طرح مستفید ہونے کا موقع نہیں دیتے، جیسے خود فائدہ اٹھاتے ہیں دوسروں کو ذلیل، مفلس، اور خادم بنا کر اپنے ابنائے ملک کو باعزت، دولت مند، اور مخدوم بناتے ہیں۔ اُس کا یہ عمل دوسرے ممالک کے رہنے والوں میں رشک، حسد، ریس اور تعالی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اور مقبوضہ ملک کے افراد میں نفرت، حقارت اور انتقامی وطنیت کی پرورش ہونے لگتی ہے اس کے لئے جاپان اور ہندوستان کی سو سالہ تاریخ ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ان دونوں ممالک میں جذبۂ وطنیت کی پرورش ان ہی دو متذکرہ صدر جذبات پر ہوئی ہے ایک چونکہ کسی کا زیر نگین

نہ تھا اس لئے وہاں اس پودہ نے اچھی نشوونما پائی اور دو قسم کے پھل پیدا کئے۔ ایک اپنے لئے اور دوسرا پڑوسی ملک چین کے لئے۔ اپنے لئے خوشحالی اور ترقی، چین کے لئے بدحالی و پسپائی دوسرا ملک چونکہ آزاد نہیں اس لئے یہاں یہ پودا ابھی باہمی سب وشتم سے زیادہ بارآور نہیں ہوا ہے

وطنیت کے نتائج

وطنیت کی ترقی ہوتیا کے دوسرے اشخاص کے خلاف سخت نفرت پیدا کرتی ہے جب کسی ملک کے افراد کی اس طرح تربیت کیجاتی ہے کہ "خدا تئے وطن" کیلئے سب کچھ کرنا جائز ہے تو لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر تلواریں نیام سے باہر آجاتی ہیں اور دیکھتے دیکھتے لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے ہیں۔ آبادیاں ویرانوں میں تبدیل کردیجاتی ہیں اور دنیا پر وہ عذاب آتا ہے جسکا ہیبت نقشہ ہٹلر کے جذبۂ انتقام سے آج دنیا کے سامنے پیش ہے ایسی صورت جب پیدا ہوجاتی ہے تو ایک ہی تباہی کے بغیر سکون نہیں ہوتا کیونکہ سوال کسی اصولی مسئلہ کے حل کا نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کو غلام بنانے اور ذلیل کرنیکا ہوتا ہے، آج اگر کوئی نازیت کے اس خونی دیوتا سے پوچھے کہ وہ کیا اصول حیات ہیں جنہیں تسلیم کرکے ہم تیرے غضب سے امن میں رہ سکتے ہیں تو حقیقتاً اس سوال کا کوئی جواب ہٹلر کے پاس بھی۔ موجود نہیں اسکا مطالبہ ہے کہ دنیا اس کے آگے جھک جائے ظاہر ہے کہ یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جبتک کہ ان مفتوحہ ممالک کی قوت مقاومت ختم نہو جائے اور اگر ایسا ہو بھی جائے تو امن صرف اتنے ہی دنوں کے لئے ہوگا جب تک کہ ان مفتوحہ ممالک میں ٹھیک وہی جذبہ جو ہٹلر کے قلب میں موجزن ہے

پرورش پاکر قوی نہ ہو جائے۔ اس کے بعد یہ ممالک جرمنی سے ٹکرائیں گے اور دنیا میں پھر موت کی وہی گرم بازاری ہوگی جو آج ہے۔

مشہور ماہر سیاست مسٹر ہیرالڈ، جے، لاسکی میر شعبہ سیاسیات جامعہ لندن نے اپریل ۱۹۳۲ء میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ :۔

"موجودہ دور میں ہماری دنیا بدامنی کے دوامی خطرہ میں پڑی ہوئی ہے قومیت اپنے ہاتھ میں اقتدار لیتے ہی بین الاقوامی امن کی بنیادوں کے لئے خطرہ بن جاتی ہے۔"

(قومیت اور تہذیب کا مستقبل ص۵۹)

اس اجمال کی تفصیل ہندوستان کے مشہور ہندو فاضل ڈاکٹر سر رادھا کرشنا معین امیر جامعہ بنارس کی زبان سے سنئے، موصوف نے ۱۹۴۰ء میں جنم اشٹمی کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا :۔

"آپ سوال کریں گے کہ جنگ پیدا کیسے ہوتی ہے۔ سنئے مردوں، عورتوں اور بچوں کو تعلیم دیجاتی ہے۔ کہ قومی گیت گاؤ۔ وطن پرستی کے نام سے انہیں سکھایا جاتا ہے کہ دوسری قوموں سے نفرت کرو اور نفرت و حقارت کے عام جذبات ان کے خلاف پھیلاؤ۔ وطنیت ایک ایسا خوفناک اور ضرر رساں جذبہ ہے کہ اس نے نسل انسانی پر زمین تنگ کر دی ہے۔ اسی قوم پرستی سے عداوت اور اختلاف پیدا ہوتا ہے اور اس کے نتائج ساری دنیا کو بھگتنے پڑتے ہیں۔"

زبان دوسری قوت جامعہ جس کی بناء پر آج کی دنیا میں افراد اجتماع کی شکل اختیار کرتے ہیں زبان ہے۔ یہ وطن سے کسی قدر لچکدار اور کچھ زیادہ وسعت پذیر ہے، لیکن نتائج کی ہولناکی کے اعتبار سے یہ قوت جامعہ ارضی حدود (وطن) سے کم نہیں۔ اور عملی طور پر یہ اس وقت دنیا میں پوری طرح کام بھی نہیں کر رہی ہے، انگریز اس قوت جامعہ کا نام لیکر کچھ نہ کچھ پروپگنڈا کرتے رہتے ہیں۔ اور انگلش اسپیکنگ پیپلز" کے نام سے کینیڈا۔ آسٹریلیا والوں کو انگلستانیوں کے ساتھ جوڑکر ایک جماعت بنانے کی کوششیں ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن اس کا مقصد اور علت غائی اتنی واضح ہے کہ لوگ اسے اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

نسلیت تیسری قوت جامعہ جو سب سے زیادہ خطرناک نتائج کی ذمہ دار ہے وہ نسل ہے۔ یہ بڑے اثر انداز اور ہولناک نتائج پیدا کرتی ہے اسی جذبہ کے ماتحت فرعون نے بنی اسرائیل پر اور ہندوستان کے آریائی باشندوں نے اس ملک کے قدیم باشندوں پر زمیں تنگ کر رکھی تھی۔ قدیم تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ آریائی نسل نے ہمیشہ اسی قوت جامعہ کی مدد سے غیروں پر مظالم کے پہاڑ توڑے ہیں اور کبھی کبھی خود بھی کسی دوسری نسل کی انتقامی نسلیت کے شکار ہوگئی آج ہر ہٹلر کی قوت اور دعایہ کی بنیاد یہی ہے۔

بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے جن انسانوں سے اس کا

واسطہ پڑتا ہے۔ یہ لوگ اس کے ہم نسل ہوتے ہیں اس لئے اگر تربیت میں اگر تھوڑی سی شرارت آمیز چالاکی سے کام لیا جائے تو یہ زہرناک جذبہ انسان کو بہت جلد متاثر کر لیتا ہے، اس طرح اس کی انفرادی قوت تمیز مغلوب ہو جاتی ہے، نسلی تفوق کے تصورات سے اور اس تفوق کا یقین اس سے ایسے افعال سرزد کراتا ہے جو انسانیت کیلئے باعث ننگ اور کائنات کے خرمن امن واماں کے لئے چنگاری کا کام دیتے ہیں

قدیم زمانہ کے اسرائیلی افسانوں میں یہ جذبہ اپنی پوری ہولناکیوں کے ساتھ کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے، فراعنہ مصر اور ان کے کارناموں میں اور ہندوستان کی قدیم تاریخ میں آریائی فاتحین کے فسانہ اس جذبہ کے ہولناک نتائج ہیں اور انکی دردناک تصویریں متعلم تاریخ کے سامنے بار بار آتی ہیں۔ اسی کا لازمی نتیجہ تھا کہ بنی اسرائیل میں انتقامی نسلیت کا جذبہ اس شدت کے ساتھ پیدا ہو گیا۔ فرعون کے مظالم کا لازمی نتیجہ یہی ہو سکتا تھا، اور آج بھی آپ دیکھتے ہیں کہ یہود اکی نسل ساری دنیا کے خلاف صف آرا ہے، فلسطین کے مسلمانوں اور عیسائیوں پر اس کے مظالم اس انتقامی جذبۂ نسلیت کی ناقابل انکار شہادتیں ہیں۔

ہٹلر فرعون کے نقش قدم پر

نازیت کی پیدائش ہی چونکہ ایک جذبۂ انتقام کی مرہون منت ہے اور یہودیوں کے خلاف جذبات کی فراوانی نے اسے یہود سے زیادہ سخت انتقامی نسلیت کا غلام بنا دیا ہے اس لئے ہٹلر

اب فرعون کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اگرچہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ پچھلی جنگ کے اواخر میں یہودی نسلیت نے جرمنی کے ساتھ بُرا سلوک کیا تھا لیکن ہر ہٹلر نے اس کے جواب میں آرین نسلیت کا جو بت اپنی نسل کے لئے تیار کیا ہے وہ صرف یہودیوں کے ساتھ نہیں بلکہ ساری دنیا کے ساتھ اور اکثر جگہ خود آریائی نسل کے افراد سے بھی خون کی ہولی کھیل رہا ہے۔ یہود کے مظالم کی داستانیں یقیناً طویل ہیں اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ سب مظالم نسل کے نام پر ہوتے رہے۔ لیکن ہٹلر کی طرف سے آریائی نسلیت نے جو اس کا انتقام لیا وہ اُن تمام داستانوں سے زیادہ بے رحمانہ اور سفاکانہ ہے۔

یہود کے ساتھ سلوک پچھلے دو سال کے اندر یورپ کے مفتوحہ علاقوں میں نازیوں نے یہود کے ساتھ جو سلوک کیا جس طرح انہیں سڑکوں پر گھسیٹا گیا، ناکوں کے بل چلایا گیا، ملکوں سے نکالا گیا۔ جائدادوں سے محروم کیا گیا، یہود بوڑھوں، بچوں اور عورتوں پر جو ناقابل بیان مظالم ہوئے ان کی داستانیں یہودی نسلیت کی داستانوں سے کہیں زیادہ دردناک ہیں اور فراعنہ مصر کی یاد تازہ کر رہی ہیں۔ یہ ہے وہ وقت جبکہ دنیا فراعنۂ مصر کی بجائے فراعنۂ المانیہ کے تصور سے کانپ رہی ہے، اور دیکھنے والوں کو نظر آرہا ہے کہ تیر، تلوار، اور پھر نیزے رکھنے والے فرعون کی بجائے دنیا کا واسطہ دبابوں، زہریلی گیسوں، طیاروں اور توپخانوں والے فرعون سے پڑ گیا ہے

نگ مذہبی جنگیں مذہب کے نام پر بھی ہوتی ہیں لیکن یہ فرق ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ نسلی اور وطنی جنگوں کا
صد تفوق قائم کرنا ہوتا ہے اس لئے جنگ میں کسی ضابطہ اخلاق و آئین
سانیت کی پابندی نہیں ہوتی، دوسری نسل یا ملک کا ہر فرد دشمن سمجھا
ا ہے اس لئے ان کے ساتھ دشمنوں کا سلوک کیا جاتا ہے۔ غیر مصافی
دی بے قصور ہوائی حملوں کی شکار ہو جاتی ہے۔ اور مذہبی جہاد میں
ب العین کسی کو زیر کرنا یا تفوق جتانا نہیں ہوتا بلکہ ایک برتر طاقت
شنودی کا تصور ہوتا ہے۔ اس نصب العین کی بناء پر دشمن صرف
سمجھے جاتے ہیں جو میدان جنگ میں صف آراء ہوں۔ عام آبادی
ہ برا سلوک کرنے سے اس لئے باز رہا جاتا ہے کہ نصب العین یعنی خدا
شنودی کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اخلاق کے آئین
سانیت کے ضابطے ملحوظ رہتے ہیں۔ اور حقیقتاً یہی وہ جنگ ہے
ناگزیر کہا جا سکتا ہے۔ ان جنگوں میں اگر احکام مذہب کی پابندی
کھی جائے تو مفتوحین کے قلوب میں جذبۂ انتقام نہیں بلکہ جذبۂ
م و محبت پیدا ہو جاتا ہے اور اس طرح ایک طویل زمانہ تک
لک قلوب میں وطنیت یا نسلیت کے ناپاک جذبات نہ پیدا ہوں
ن و سکون سے بہرہ ور رہتی ہے، یہ ہے وہ جنگ جو تھوڑی
مصیبت کے بعد دنیا کو طویل زمانہ راحت و سکون اور خوشحالی
نبالی کا عطا کرتی ہے۔

ہوا ہوس کی جنگ

ہوا ہوس کی جو جنگیں ہوا کرتی ہیں اُن کے بنیادی اسباب آپ سن چکے، مختصر الفاظ میں ان جنگوں کی دیوی کے چند نام سنئے "مادر لینڈ" "فادر لینڈ" "سوپر ریس" "کلچرل سوپر میسی" اور "نیشنلیٹی" ان الفاظ کے معانی میں اختلاف سہی لیکن ان سب کا ماحصل ایک ہے اور نتیجہ بالکل ایک سا ہی نکلتا ہے۔ وہی اپنی برتری کے تصورات کی پرورش اور دوسروں کی محنت اور سرمایہ سے ناجائز استفادہ کی کوشش۔

مجلس ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو
ہے وہ سلطاں غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر

موجودہ جنگ

اس اصولی بحث کے بعد ان ہی اصول کی روشنی میں موجودہ جنگ اور اس کے بینہ اسباب کا جائزہ لیجئے اور ملاحظہ فرمایئے کہ ہر ہٹلر کے اعمال شروع سے اخیر تک کس طرح نسلیت کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں، اور کس طرح جرمنی کو اس نے انتقام کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈھکیل دیا ہے کیا اس کے بعد یہ تصور بھی ممکن ہے کہ اپنے مفتوحہ ممالک کے ساتھ یہ نازی برہمن اس سے اچھا سلوک کر سکیں گے۔ جیسا ہندوستان کے آریائی برہمن دو ہزار سال سے قدیم ہندوستانی اقوام کے ساتھ کر رہے ہیں۔ ہمارا یہ مطالعہ بالکل یکطرفہ ہوگا جہاں تک اصول کا تعلق ہے سب ایک ہی جگہ پڑ ہیں

لیکن یہ واقعہ ہے کہ جنگ کی ابتداء ہٹلر نے کی۔ اس لئے جنگ کے اسباب میں اس کی اور اس کی جماعت کی ذہنیت پر غور کیا جائے گا۔ ہم سہولت تفہیم کے لئے اس جائزہ کو تین عنوانوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ نازیت کی ابتداء۔ نازی خیالات۔ نازی اعمال۔

نازیت کی ابتداء

نازیت کی ابتداء بیان کرتے ہوئے ہم اسکی تاریخ بیان کرنا نہیں چاہتے، بلکہ صرف اُن خیالات و رجحانات کا جائزہ لیں گے۔ جو نازیت کی پیدائش کے اولیٰ اسباب کہے جا سکتے ہیں۔

معاہدۂ ورسلینر کے بعد یہ یقین کر لیا گیا تھا کہ اب بین الاقوامی پیچیدگیاں نہیں پیدا ہونگی، لیکن بدقسمتی سے معاہدہ کرنے والوں نے اسے فراموش کر دیا تھا کہ اس سے قبل کے سینکڑوں معاہدات جو اپنی جگہ پر اٹل معلوم ہوتے تھے نقش بر آب ثابت ہو چکے ہیں، ۱۶۶۸ء، ۱۷۱۳ء، ۱۷۴۸ء ۱۷۶۳ء اور ۱۸۱۵ء میں بھی آخر اسی قسم کے معاہدات ہوئے تھے۔ لیکن کیا انہیں بقائے دوام حاصل ہو سکی تھی اور کیا یہ دس بیس سال کے اندر ہی ختم نہیں کر دیئے گئے تھے۔

۱۸۱۵ء سے ۱۹۱۴ء تک سو سال کے عرصہ میں تقریباً پچاس مرتبہ یوروپی ممالک کی سرحدوں میں تبدیلی ہو چکی تھی لیکن کوئی کبھی صورتِ حال سے خوش یا اپنے حصہ پر قانع نہ ہوا تھا۔ پھر اتنے طویل تجربے کے باوجود یہ کیوں فرض کر لیا گیا کہ معاملہ سلجھ گیا۔

اس سے کہیں زیادہ مضحکہ خیز جمعیتہ الاقوام تھی جو پچھلی جنگ عظیم کے
بعد ہی وجود میں آئی اس کا بنیادی نقطۂ فساد یہ تھا کہ اس میں کوئی ممبر
اس مقصد کو لے کر شریک نہیں ہوا جس کے لیئے یہ بنائی گئی تھی
اس کے ارکان افراد نہیں بلکہ مختلف حکومتیں تھیں جن کے نمائندے
اپنے دل و دماغ کی بجائے اپنے ملک کے دل و دماغ سے سوچتے اور
ان ہی کی زبانوں سے گفتگو کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں
جمعیتہ سے کسی بھلائی اور حق کوشی کی امید نہیں کی جاسکتی تھی۔ ہر ملک کا
نمائندہ اپنے ملک کے لئے کچھ زیادہ اختیار کچھ زیادہ معاشی منافع اور
کچھ زیادہ اقتدار چاہتا تھا۔ نہ کسی دوسرے کا دکھ درد اسے دکھ
درد دکھائی دیتا تھا اور نہ کسی دوسرے کا کوئی حق اسکی سمجھ میں آتا تھا
کس قدر مضحکہ خیز تھا وہ منظر جب کہ اس جمعیتہ اقوام کا ایک ممبر شاہ نجاشی
بہ نفس نفیس اس جمعیتہ کے سامنے کھڑا ہو کر حبشہ کی دکھ بھری کہانی سنا
رہا تھا، اور امن و امان کے یہ نمائندے اس کے لئے کچھ نہ کرنا چاہتے
تھے، اس کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی، کیوں؟ صرف اس لئے کہ
دوسرے ارکان جمعیتہ کو دوسروں کے لئے کچھ کرنے میں اپنے وطن کی
خیر نظر نہ آتی تھی اور وہاں بیٹھے ہوئے حضرات حبشہ سے کوئی دلچسپی رکھتے
تھے۔ مشہور چینی مفکر لن یوٹینگ نے بین الاقوامی انجمنوں کا خستہ بیل
نقشہ کھینچا ہے۔
"تمام بین الاقوامی انجمنوں کے نمائندے اپنی اپنی قوم کے مفاد کو

مدنظر رکھتے ہیں اور مجموعی مفاد کسی کے بھی پیش نظر نہیں ہوتا ہے۔

ورسلیز کے نتائج آبادی کا تناسب، معاشی ضروریات، اقتصادی مشکلات، بیکاری کا مسئلہ، یہ اور اس قسم کے سینکڑوں مسائل جنہیں ورسلیز کے معاہدہ نے اور بھی پیچیدہ تر بنا دیا تھا۔ ان کا کوئی حل مجلس اقوام نہ نکال سکی۔ اور حق تو یہ ہے کہ مجلس اقوام کی بنیاد اتنی کھوکھلی تھی کہ ان مسائل کا حل پیدا کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ ارضی تقسیم میں جو صورت پیدا کی گئی تھی۔ اس کے خلاف وطنی و نسلی جذبات اور معاشی ضروریات کام کر رہی تھیں۔

ترک چاہتے تھے کہ یونانیوں سے اپنے مقبوضات واپس لیں۔ پولینڈ والے لیتھونیا کے دارالسلطنت کو اپنا دارالسلطنت بنانا چاہتے تھے۔ لیتھونیا والے میل کو ہضم کرنے کی فکر میں تھے۔ جرمنی پر ہزاروں پابندیاں تھیں، وہ اپنی قوت اقتدار اور نوآبادیات چاہتا تھا۔ روسی ریچھ اپنے شکار پولینڈ کی بو بھولا نہ تھا۔ برطانیہ، فرانس یا اطالیہ کو جو علاقے مال غنیمت میں ملے تھے وہاں کے باشندے قومی وطنیت کے جذبات کی پرورش کر رہے تھے۔

نازیت انتقامی نسلیت یہ تھے وہ حالات جنہیں نازیت نے جنم لیا۔ نازیت کی بنیاد جرمن نسل کی برتری کے یقین پر قائم ہے، پہلے پہلے یہ جذبہ اچھی طرح نمایاں نہیں تھا بلکہ وطنیت اپنا کام کرتی رہی۔ ہٹلر کو چاہے کچھ کہا جائے مگر

وہ عوام کی نفسیات کا بڑا ماہر ہے۔ اس نے ابتداً جن خیالات کی اشاعت کی ان میں تنظیم، طاقت اور ملک کی اجتماعی خدمت کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ لیکن اس کی کتاب میری جدوجہد اس پر شاہد ہے کہ جرمن نسل کی برتری کے تصور کو اس نے اپنے ساتھیوں میں ابتدا ہی سے غیر محسوس طریقہ پر پھیلانا شروع کر دیا تھا۔ اس کو جرمن یہودیوں کے کارناموں کی بہت اچھی طرح خبر تھی، بلکہ وہ خود ان تمام واقعات اور نتائج کا شاہد تھا جو جنگ کے آخری ایام میں یہود نے انجام دیئے۔ یہودیوں کی نسل پرستی سب جانتے ہیں، وہ صدہا سال تک کسی ملک میں مگر نہ کسی دوسری نسل کے آدمی کو اپنا بنا سکتے ہیں۔ اور نہ دوسروں کے اپنے بن سکتے ہیں، ان کے نزدیک جو یہودا کی اولاد نہیں گویا وہ انسان نہیں، ظاہر ہے کہ اس نسلیت کے خلاف جو جذبہ جرمن افراد میں پیدا ہو سکتا تھا وہ ایک "انتقامی نسلیت" ہی ہو سکتا تھا۔ ہٹلر نے عوام کے اس جذبہ کو اور بھی تیز تر کر دیا اور اس طرح اس نے اپنی جدید تنظیم یعنے نازیت سے جرمنی کی تقریباً ساری آبادی کو وابستہ کر دیا۔

یہ "انتقامی نسلیت" اگرچہ یہودیوں کے خلاف پیدا ہوتی تھی مگر بہت جلد اس نے ساری دنیا کے خلاف ایک زبردست خطرہ کی شکل اختیار کر لی خود یہودیوں کے خلاف اس کا سلوک اینٹ کا جواب پتھر نہیں بلکہ نظر کا جواب بم ثابت ہوا۔

نازی خیالات۔ انسانی اعمال پر اس کے خیالات ہمیشہ مستولی

رہتے ہیں۔ چاہے وہ اعمال افراد کے ہوں یا اقوام کے، جیسے خیالات کی پرورش کی جائے گی۔ اسی طرح کے افعال و اعمال پیدا ہوں گے۔ نازیت کی بنیاد "نسلی برتری" کے ظالمانہ نظریہ پر رکھی گئی ہے اس لئے اس کے پیروں سے جو اعمال سرزد ہوں گے۔ ان کا دوسروں کے لئے مہلک اور تباہ کن ہونا یقینی ہے۔ اعمال کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ نازی خیالات پر ایک طائرانہ نظر ڈال لی جائے۔

نازی جماعت

یہ ہٹلر کی پیدا کردہ ہے اور حقیقتاً اس کے اصول مبادی صرف ہٹلر سے وابستگی اور اس کی غیر مشروط اطاعت کو سمجھنا چاہئے۔ خود ہٹلر نے کن خیالات کے ماتحت یہ جماعت پیدا کی، اور کیا کیا لوگوں کو اس نے اپنے ساتھ لیا۔ اس کے لئے کسی دوسرے بیان کرنے والے کی ضرورت نہیں اس نے اپنی خود نوشت سوانح عمری "مائن کیف" میری جد و جہد میں سب کچھ کہدیا ہے۔ اس نے اپنے ابتدائی دور میں جو تقریریں کیں ان میں سے اکثر میں اس نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا ہے،

> سپاہیو! مزدورو! تم نے جنگ میں شکست نہیں کھائی۔ جنگ نہیں ہاری، عین اس وقت جب کہ تم فتحیابی کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے، تمہاری پیٹھ میں خنجر گھونپ دیا گیا۔ تمہارے ساتھ یہودیوں اور اشتمالیوں نے دغا کی۔ آؤ! میرے پیچھے آؤ میں تمہیں انتقام اور فتحمندی کی طرف لیجاؤں گا۔

مقصد صرف انتقام ہے، اور جذبۂ انتقام اندھا ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی ختم مزاج انصاف پسندی اور صداقت شعاری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

۲۵ فروری ۱۹۲۰ء کو ہٹلری جماعت کا پہلا جلسۂ عام ہوتا ہے اس جلسہ میں جو اصول طے کئے جاتے ہیں ان میں بدنیتی، بے انصافی اور آئندہ ظلم و ستم کی بھیانک تصویر دکھائی دیتی ہے۔ اصول یہ ہیں۔

(۱) ہم تمام جرمنوں کو متفق کر کے ایک زبردست حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

(۲) جرمن وہ ہے جس میں جرمن خون موجود ہو۔

(۳) جس میں جرمن خون نہیں (یعنی جو نسلاً جرمنی نہیں) اسے جرمنی سے نکال دینا چاہئے۔

(۴) جو جرمن نسل سے نہ ہو وہ ہمارے اجتماع کا جزو نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اس طرح کے اصول پر جو قومیت تعمیر کی جائے گی۔ اس میں بنی نوع انسان کے ساتھ اچھے سلوک، کمزور کے ساتھ انصاف اور اپنی نسل کے علاوہ دوسرے انسانوں کے ساتھ کم از کم انسانی برتاؤ کا تصور بھی کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ اور خاص کر اس وقت جب کہ اس اجتماع کا قہرباں یہ یقین رکھتا ہو کہ۔

"یا تو ہمیں دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن جانا چاہئے۔ یا ہمیں مٹ جانا چاہئے" اور اس کی تمنا ہو کہ:۔

"کاش کہ جرمن نسل متحد ہوتی، تو سارے جہاں پر آج جرمن حکومت

نظر آتی۔

اصطلاحی قومیت کے نقطۂ نظر سے یہ خیالات کتنے ہی بلند حوصلہ اور پختہ عزم کو ظاہر کر رہے ہوں، لیکن تھوڑی دیر کے لئے جذبات کی دنیا سے باہر آکر غور کیجئے، کہ اگر ایسے خیالات کی پرورش اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حق جرمنوں کو حاصل ہے تو دوسری نسلوں کو ان ہی خیالات و انکار کے ساتھ اپنے اجتماع کی تعمیر اور اپنی جماعت کو مستحکم بنانے کا حق کیوں حاصل نہیں، اور اگر دنیا کی تمام نسلوں کو ایسی ہی تربیت اور ایسی ہی تعلیم کا حق حاصل ہے تو " دوامی جنگ " کے سوا کیا نتیجہ نکلے گا۔ یہ خیال اور یہ نصب العین اتنا تباہ کن ہے کہ بغیر دوسری تمام نسلوں کی کامل تباہی کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے ہٹلر نے انسان اور قوم کی تعریف اس طرح کی ہے۔

" انسان ایک لڑنے والا جانور ہے، اور قوم ایک لڑنے والی جماعت "

اتنا ہی نہیں بلکہ خود اس کی تحریر شاہد ہے کہ اس کے نزدیک۔

" صرف وحشی قوت ہی کسی قوم کی بقا کے لئے ضمانت ہو سکتی ہے "

ان خیالات کی روشنی میں غور فرمائیے کہ دنیا کہاں پہنچ جائے گی۔ اب ہم ان خیالات سے پیدا شدہ نتائج پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں۔ نازی خیالات کا ملخص یہ ہے۔

(۱) دنیا میں سب سے برتر نسل جرمن ہے۔

(۲) جرمن نسل کو دنیا پر حکومت کرنا چاہئے۔ یا کم از کم دنیا کی

سب سے بڑی حماقت بتائی جاتی ہے۔

(۳) جو جرمن نسل سے نہ ہو وہ اس برتری میں شریک نہیں ہو سکتا۔

(۴) جرمن نسل متحد ہو کر یہودیوں سے، اور ساری دنیا سے گزشتہ بے انصافیوں کا انتقام لینا چاہیئے۔

(۵) قوم ایک لڑنے والی جماعت ہوتی ہے اس لئے جرمن قوم کو ہمیشہ جنگ جاری رکھنا چاہیئے۔

(۶) چونکہ وحشی قوت ہی کسی قوم کی بقا کے لئے ضمانت ہو سکتی ہے اس لئے جرمن قوم میں وحشی قوتوں کو شدید تر کر دینا چاہیئے۔

(۷) جرمنوں نے شکست نہیں کھائی، ان کے پیٹھ میں بالشویک اور یہود نے خنجر گھونپ دیا، اس لئے ہٹلر کے احکام کی بے سوچے سمجھے اتباع کر کے ان دونوں سے انتقام لینا چاہیئے۔

یہ ہیں وہ درخشاں خیالات اور مسلمہ عقائد جن پر نازی جماعت قائم ہے۔ یہ عقل و خرد، اور حق و انصاف کے نزدیک کس قدر خطرناک ہیں اس پر بحث کر کے آپ کا وقت کیوں ضایع کروں۔ ادنیٰ توجہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وطنیت، لسانیت، اور اشتمالیت کے جنگ آموز جذبات سے یہ کسی طرح کم نہیں بلکہ بڑی حد تک ان سے بھی بلکہ سب سے زیادہ خطرناک اور تباہ کن عقائد و مسلمات ہیں۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یورپ کا "ابلیسی نظام" نازیت کی ٹکر سے ٹوٹ جائے گا۔ وہ خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ نظام بھی ابلیس اور اس کے چیلوں کی سعی پیہم کا نتیجہ ہے۔ ہندوستان کے

بدنصیب اور کم سمجھ اچھوتوں کے علاوہ دنیا کی وہ کونسی انسانی نسل ہے جو کسی دوسری نسل سے اپنے کو کمتر سمجھنے اور پیدائشی طور پر اپنے کو ذلیل وخوار باور کرنے کے لئے تیار ہو۔ ایسی حالت میں یہ خیالات اور ایسے عقاید دنیا کو ایک دوامی جنگ کی دعوت نہیں تو اور کیا ہیں۔

جنگ و اختلافات کی بنیاد ہی درحقیقت "برہمنیت" ہے یہ برہمنیت چاہے کالوں کی ہو یا گوروں کی، نسلی بنیاد پر ہو یا وطنی بنیاد پر، زبان کی تعقیم سے قائم ہو یا معاشس و پیشہ کی تعقیم سے، فساد کی بنیاد پر برہمنیت کی روح ہے۔ یہ مختلف ادوار و مختلف ممالک میں مختلف قالب میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

نازی اعمال

اس کے بعد نازی اعمال کو لیجئے۔ نازی اعمال جو مذکورہ بالا خیالات کا لازمی نتیجہ ہیں۔ دنیا کیلئے کس درجہ تباہ کن ثابت ہو رہے ہیں اور کس ترتیب کے ساتھ انجام دیئے جارہے ہیں۔ ان کی پوری تفصیل تو آپ کو زیر نظر کتاب کے اوراق میں ہی ملے گی، جسے فاضل مصنف نے پوری شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے لیکن ہم صرف اس غرض سے کہ آیندہ اوراق کے مطالعہ میں آپ کو نتایج کے اخذ کرنے میں آسانی ہو، کسی قدر بدلی ہوئی ترتیب کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

ایک چالاک آدمی ہمیشہ اپنے مقاصد کے حصول میں چند اصولی باتیں ملحوظ رکھتا ہے تاکہ اسے دوسروں کے مقابلہ میں کامیابی ہو لیکن

ایک ایسا شخص جو بلند نظر اور وسیع قلب رکھتا ہو، اپنے اصول میں ونریزی تباہی، دھوکہ، فریب اور اس قسم کے انفرادی و اجتماعی عیوب کو داخل نہیں کرسکتا۔ اس کے برخلاف ہر ہٹلر نے چونکہ "جرمن برہمنیت" کی بنا پر اپنے کام کی بنیاد رکھی ہے اس لئے وہ اپنا اصول حسب عبارت ذیل بیان کرتا ہے۔

"اپنے صحیح ارادوں کو پوشیدہ رکھو۔ اپنے سخت ترین مخالفین کو اس طرح مغالطہ دو کہ وہ تمہیں اپنا طرف دار خیال کریں۔ درجہ بدرجہ اپنی حالت میں پوشیدہ ذرائع سے طاقت حاصل کرو۔ کوئی ایسا قدم نہ اٹھاؤ جو کھلم کھلا مخالفت پیدا کردے، لیکن یہ اقدام مجموعی طور پر تمہاری طاقت میں اضافہ کرے اور اس کے بعد خاص لمحے پر اپنا پردہ اتار کر پھینک دو اور اپنے دشمن پر نہایت شدت کے ساتھ حملہ کردو۔"

یقیناً یہی کرتی ہیں۔ دوسری قومیں بھی، اور کیوں نہ کریں جب کہ نسل کی بجائے وطن کی پرستش کا جذبہ دوسروں میں بھی موجود ہے لیکن کیا کوئی معقول آدمی اس پروگرام کو دنیا کے لئے امن کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ کیا کسی دم ایسے پروگرام پر عمل کرنے والوں کا کوئی بیان کوئی معاہدہ اور کوئی اقرار قابل بھروسہ قرار پا سکتا ہے؟ موجودہ جنگ کے دوران میں ہر ہٹلر نے اپنے اصول پر کس قدر عمل کیا وہ ظاہر ہے۔ اس نے چیکوسلوکیا پر قبضہ کرلینے کے بعد صاف لفظوں میں کہا کہ اب کسی اور ملک سے اسے کوئی مطالبہ نہیں ہے۔ اسی طرح پولینڈ کو ختم

کرنے کے بعد کہا گیا کہ کوئی اور ملک اب جرمنی کے پیش نظر نہیں۔ صرف برطانیہ سے نبٹنا باقی ہے۔ فرانس اور بلجیم کی تباہی کے بعد بلقانی ریاستوں کو اسی طرح یقین دلایا گیا۔ لیکن بعد کے پیش آنے والے واقعات نے ثابت کر دیا کہ ان تمام واقعات اور یقین آفرینیوں میں ہٹلر اپنے مذکورہ اصول پر عمل کر رہا تھا۔ اور سخت ترین مخالفوں کو یہ باور کرا رہا تھا کہ وہ ان کا دوست ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ہٹلر نے جو کچھ کیا، تقریباً وہی کرتے ہیں۔ پرستاران وطن بھی، اور حقیقتاً وطن اور نسل کے پرستاروں میں اس اعتبار سے کچھ بنیادی فرق نہیں پایا جاتا۔ لیکن یہ ایک واقعہ ہے اور ناقابل تردید واقعہ کہ موجودہ جنگ تاریخ نسل انسانی کی سب سے بڑی، سب سے زیادہ ہولناک اور سب سے زیادہ تباہ کن جنگ ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس جنگ کو روکنے کی کوشش میں یورپ کے تمام ارباب اقتدار منہمک تھے۔ ایک نہیں تھا تو ہٹلر۔

۱۷۹۶ء میں جرمنی نے پولینڈ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور ۱۹۱۸ء تک قابض رہا۔ یہ درمیانی مدت وہ ہے جس میں رقبہ جاتی خود مختاری کے جذبات نے نشو و نما کی غالباً آخری منزلیں طے کی ہیں۔ یہی وہ زمانہ ہے جب کہ وطنی و لسانی بنیادوں پر مختلف سلطنتوں کے ٹکڑے ہوئے ہیں۔ بلقان کی ریاستیں ترکی سیادت سے الگ ہو کر خود مختار بنیں۔ مشرق قریب میں وطنیت پھیلی ہے۔ غرض یہ کہ اس زمانہ میں رقبہ جاتی خود مختاری نے

جذبات دنیا کے ہر حصہ پر طاری رہے ہیں۔ اس لئے پولینڈ کی تاریخ میں ان مساعی کو تعجب کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے جو اس ایک سو بائیس سال کی مدت میں خود مختاری کے لئے جاری رہے ہیں۔ اس کا پھل پولوں کو ۱۹۱۸ء میں ملا۔ جب کہ وہاں ایک آزاد جمہوریت بن گئی۔

مدت تک جرمن پولینڈ میں رہے تھے۔ یقیناً ایک عنصر اور ڈانزگ میں تو قابل لحاظ عنصر جرمن نسل کا موجود تھا۔ اقلیت کے ساتھ ناانصافی بھی ہوئی ہوگی۔ اور جمہوریت میں یہی ہوتا ہے لیکن اسکا علاج وہ نہ تھا جو ہٹلر نے کیا۔ اگر پولوں نے جرمنوں کے ساتھ بے انصافی کا برتاؤ کیا تھا تو ہٹلر نے پولوں کے ساتھ ۲۹ ؍ اگست ۱۹۳۹ء اور اس کے بعد کیا کیا۔ کیا پولوں کی ۲۱ سالہ بے انصافیاں نازیوں کے ایک دن کی بے انصافی اور مظالم کے مقابلہ میں بھی رکھی جاسکتی ہیں۔ بے گناہ شہریوں کے ساتھ نازیوں کا معاملہ، کسانوں اور اہل حرفہ کے ساتھ فوجوں کا برتاؤ کیا رہا؟ درندگی اور انتہائی درندگی، وحشت اور انتہائی وحشت، ظلم اور تصور سے زیادہ ظلم۔

نیتوں کا حال اللہ جانے، لیکن ہٹلر کو پولینڈ پر چڑھائی کرنے سے باز رکھنے کے لئے انہوں نے جنہیں اپنی آواز کے موثر ہونے کی امید ہوسکتی تھی کیا کیا جتن نہیں کئے۔ پاپائے روم نے اپیلیں کیں۔ شاہ بلجیم نے جو دادیہال سے نہیں تو نانیہال سے جرمن نسل کا خون اپنے اندر رکھتے ہیں، ہٹلر کو تار دیئے، پیغام زبانی کہلایا۔ نئی دنیا کے

قہرمان صدر روزولٹ نے مسائل متنازعہ کو سلجھانے کی بہت سی تدبیریں لکھ بھیجیں اور آخر میں لکھا کہ :-

"میں امریکہ کے باشندوں کی جانب سے بلکہ دنیا کے ہر امن پسند مرد و عورت کی طرف سے چاہے وہ کسی ملک اور دیس کے رہنے والے ہوں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا ذرائع میں سے کسی ایک ذریعے سے جرمنی اور پولینڈ کے مابین جو مشکلات پیدا ہو گئی ہیں انہیں حل کر لیا جائے۔"

اس التجا کو پولینڈ کے صدر مسٹر موسکی نے منظور کر لیا۔ اس کی اطلاع صدر روزولٹ نے ہٹلر کو دی اور لکھا کہ

"ساری دنیا التجا کرتی ہے کہ جرمنی بھی اسے منظور کر لے۔"

لیکن ہر ہٹلر جس کے عقیدہ میں "انسان نام ہے ایک لڑنے والے جانور کا۔ اور قوم کہتے ہیں لڑنے والی جماعت کو" اسے منظور نہیں کیا۔ آخر میں برطانیہ کے بڈھے وزیر اعظم نے درخواست کی اور صدر روزولٹ اس میں وزیر اعظم کے ہمنوا تھے کہ کم از کم پولینڈ کو اور ساری دنیا کو جنگ سے ایک چھوٹی سی مقررہ مدت تک امن عطا کیا جائے، اگر اس مدت میں مسائل کا تصفیہ نہ ہو سکے تو نازی قہرمان کو اپنی کارروائی کا اختیار ہوگا۔ لیکن یہ التجا بھی درخور اعتناء نہ سمجھی گئی۔ یہ ہے محکم عقیدہ کا اثر انسانی کردار پر۔ جو یہ یقین رکھے کہ جنگ کرنا ہی مقصد قرار دیا جا سکتا ہے اور جس کے سامنے جنگ ہی ایک ایسی تدبیر ہو سکتی ہے جس کے ذریعہ کوئی جماعت اپنے مقصد تک پہنچ سکتی ہے تو کون اسے

سمجھا سکتا ہے اور کسی کے سمجھانے کا اس پر اثر کیا ہوگا۔؟

ہٹلر اپنے خیالات پر قائم رہا اور اکیس سال کے بعد دوسری جنگ عظیم یکم ستمبر ۱۹۳۹ء سے شروع ہوگئی۔ سچ ہے

کون کر سکتا ہے اسکی آتش سوزاں کو سرد
جس کے ہنگاموں میں ہو ابلیس کا سوز دروں

ابھی پچیس سال بھی نہ ہونے تھے کہ دنیا کو دوسرا آتشین غسل دیا گیا خدا بہتر جانتا ہے کہ اس غسل سے دنیا کندن ہو کر نکلتی ہے یا راکھ ہوجاتی ہے۔

ڈانزگ اور کوریڈو

بظاہر معاملہ صرف اس قدر نظر آتا ہے کہ ڈانزگ اور کوریڈو میں جرمن اپنے پرانے حقوق کا دعویدار رہے ۱۹۱۴ء میں جب کہ پچھلی جنگ عظیم شروع ہوئی تھی یہ شہر اور ملحقہ صوبہ کوریڈو پروشیا کے قبضہ میں تھا، لیکن جنگ کے ختم ہونے پر جب پیرس کانفرنس بیٹھی تو اس نے اس شہر کو ایک آزاد شہر قرار دیدیا۔ نگرانی کا حق پولینڈ کے سپرد کیا اسی طرح کوریڈو کا معاملہ تھا۔ پولینڈ اور جرمنی کے مابین ہمیشہ اس پر نزاع رہی کہ اس علاقہ میں آبادی پولوں کی زیادہ ہے یا جرمنوں کی، دونوں اپنی اپنی اکثریت کے دعویدار تھے۔ پیرس کانفرنس میں جب یہ علاقہ پولوں کے سپرد کردیا گیا تو انہوں نے یہاں کی پول آبادی میں بڑا اضافہ کیا اور ستمبر ۱۹۳۹ء میں جب کہ موجودہ جنگ عظیم شروع ہوتی ہے اس علاقہ میں یقیناً

پولوں ہی کی آبادی زیادہ تھی۔ بہرحال جنگ کی ابتداء اس دعوے سے ہوئی کہ ڈانزگ اور کوریڈو جرمنی کے اجزاء ہیں۔ اسلئے انہیں ریش کا جزو ہونا چاہیے۔

شہر ڈانزگ اور علاقہ کوریڈو پر اپنا دعوے پیش کرنے میں بھی ہٹلر نے اپنے مقررہ اصول پر عمل کیا: "اپنے اصلی مقصد کو ہمیشہ پوشیدہ رکھو، اور سخت ترین مخالفت کو بھی یہ باور کراؤ کہ تم اس کے طرفدار ہو" یہ وہ "زریں اصول" ہیں جنھیں المانیہ کا یہ قہرمان کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ اس دعوے کے اٹھانے میں اور پولینڈ پر حملہ کے وقت بھی، اس پر عمل کیا گیا۔

پیرس کانفرنس نے ان علاقوں کے متعلق جو کچھ طے کیا تھا۔ اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ جرمنی اس وقت مقہور و مغلوب تھا۔ اس سے کانفرنس نے جبراً یہ فیصلہ منوالیا ہوگا۔ لیکن ۱۹۳۴ء میں جب پولینڈ و جرمنی کے مابین معاہدہ عدم اقدام طے پایا ہے اس وقت ڈانزگ اور کوریڈو کی حالت پر جرمنی نے خود براہ راست پولینڈ سے سارے معاملے طے کر لئے تھے، اور ۲۱ مئی ۱۹۳۵ء میں جب ہر ہٹلر نے اس معاہدہ کی تجدید کی تھی تو خود اقرار کیا تھا "ہم آزاد شہر ڈانزگ اور پول حکومت کے حقوق کا احترام کریں گے"۔ یہ صرف اقرار و عدے نہ تھے بلکہ، مارچ ۱۹۳۶ء کو جب نازی جماعت کی حکمت عملی اور پالیسی واضح کی جارہی تھی تو ہٹلر نے بطور پالیسی بیان کیا تھا "نازی جماعت

ڈانزگ کے آزاد شہر ہونے کا ہمیشہ احترام کرے گی۔ اسطرح ۲۰ فروری ۱۹۳۸ء
کو جب عظیم تر جرمنی کا تصوری نقشہ آنکھوں میں لئے ریشتاغ کا چانسلر
تقریر کر رہا تھا' اس وقت صریح الفاظ میں کہا تھا کہ حکومت جرمنی
اپنے ہمسایہ ممالک خصوصاً پولینڈ سے جو معاہدہ کر چکی ہے اسکو برقرار
رکھے گی۔ اور سب سے آخری مرتبہ اس چالاک انسان نے جب جنوری
سنہ ۱۹۳۹ء میں جرمنی اور پولینڈ کے مابین معاہدۂ عدم اقدام کی
پانچویں سالگرہ منائی' اس تقریب میں تقریر کرتے ہوئے صاف اعلان کیا کہ

"آج ہم دونوں ملکوں کے مابین کوئی ایسا اختلاف نہیں پایا جاتا
جو اس معاہدہ کی قیمت کو کم کر سکے۔"

یہ تھا وہ اعلان جو جرمن چانسلر نے جنوری میں کیا تھا اور مارچ
میں ڈانزگ اور کوریڈور کا سوال اٹھایا گیا' پھر یہ سوال صرف پیش
نہیں کیا گیا بلکہ پوری قوت کے ساتھ ڈانزگ اور کوریڈور میں جرمنوں کی
مظلومیت کا پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا۔ دعایہ کے بڑے بڑے جرمن
ماہرین فوراً ڈانزگ اور کوریڈور بلکہ وارسا تک جا پہنچا دیئے گئے' وہاں
بسنے والی جرمن آبادی کو قتل و خون' ہنگامہ پروری اور فساد کیلئے
تیار کر دیا گیا۔ ساری دنیا میں شور برپا کر دیا گیا کہ "جرمن نسل کے افراد پر
ڈانزگ اور کوریڈور کی زمین و آسمان کی راہیں تنگ کر دی گئی ہیں"
"ہائے ان معصوم انسانوں کی بے بسی کہ ان کی زندگی اجیرن ہو گئی
ہے" "پولینڈ والے ظلم و ستم کے پہاڑ ان پر توڑ رہے ہیں" اس کے

ساتھ ہی جرمن ماہرین دعایہ نے وہاں بسنے والے جرمنوں سے مظاہرے کرائے، فسادات شروع ہوئے، اور ان کی خبروں کو انتہائی مبالغہ اور دس گنا جھوٹ کے ساتھ پھیلایا گیا۔ چھ ماہ کے عرصہ میں اس قصہ کو اتنا ابھارا گیا، اور اس طرح پولوں اور جرمنوں کو ایک دوسرے کی مخالفت پر تیار کر دیا گیا کہ معاملہ دوسری جنگ کا کم از کم ظاہری سبب بن گیا۔

سوال یہ ہے کہ ۱۹۱۸ء سے جنوری ۱۹۳۹ء تک ہٹلر کے بیان کے بموجب اگر کوئی مسئلہ جرمنی و پولینڈ کے مابین ایسا مابہ الاختلاف موجود نہ تھا جو معاہدہ عدم اقدام کی قیمت کو کم کر سکے تو صرف ڈیڑھ ماہ کے اندر یہ مسئلہ کہاں سے پیدا ہو گیا۔ کیا اس عرصہ میں پولینڈ نے کوئی فوجی حرکت بر وشیا کے خلاف کی؟ کیا جرمنی کے خلاف اس نے کوئی فوجی عہد نامہ کسی سے کیا؟ کیا اس عرصہ میں پولینڈ اور ڈانزگ کی مقامی حکومت نے جرمن نسل والوں کے خلاف کوئی جدید مسودہ قانون منظور کیا؟ کیا جرمن باشندگان کو۔ بڈوکے خلاف حکومت پولینڈ نے کوئی قدم اٹھایا؟ کیا آزاد شہر ڈانزگ میں جرمنوں کو ان کے اقتدار، ان کی آزادی، یا انکی تجارت سے محروم کر دیا گیا۔ اگر یہ سب کچھ نہیں ہوا، اور یقیناً نہیں ہوا، تو پھر یہ سمجھئے کہ جرمن نسل کی برتری کا تصور اپنا کام کر رہا ہے اور ہٹلر اس تصور کا علمبردار، اپنے اس اصول پر عامل ہے کہ "اپنا مقصد ہمیشہ پوشیدہ رکھو اور سخت ترین مخالف کو بھی

اس طرح مغالطہ دو کہ وہ تمہیں اپنا طرفدار خیال کرے۔" اور "ایک خاص لمحہ پر اپنا پردہ اتار کر پھینکدو۔ اور اپنے دشمن پر نہایت شدت کیساتھ حملہ کردو۔"

اس کے بعد جو کچھ ہوا اُسے کتاب میں پڑھئے۔ مقدمہ میں چند اصولی باتوں کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا۔ کیونکہ کتاب میں فاضل مصنف نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ کلیات اخذ کرنا ان کے فرائض میں نہ تھا۔ آپ کی آسانی کے لئے ادارہ نے یہ خدمت انجام دی۔ اس کے بعد کتاب ملاحظہ فرمائیے اور ہر واقعہ کو اوپر لکھے ہوئے کلیات سے ملا کر غور فرمائیے۔ آپ ہماری طرح اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ جنگ سے نجات اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ موجودہ ضوابط اجتماع کو منسوخ کر کے، اس پوری عمارت کو مسمار نہ کر دیا جائے، کل قیصر سے دنیا کا واسطہ تھا، آج ہٹلر سے اور شاید کل کسی اور سے واسطہ پڑ جائیگا۔ کون نہیں جانتا کہ یورپ کے موجودہ عروج و دولتمندی کی ساری عمارت ہی غریبوں اور بے گناہوں کے خون و گوشت کے گارے سے بن کر تیار ہوئی ہے۔ اسے چاہے جمہوریت کہئیے یا آمریت نازیت کہئیے یا فاسطیت،

کاروبار شہریاری کی حقیقت اور ہے | یہ وجود میر و سلطاں پر نہیں ہے منحصر
مجلس ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو | ہے وہ سلطان غیر کی کھیتی پہ ہو جسکی نظر

حد تو یہ ہے کہ بلند بانگ دعاوی والے اشتمالی بھی "مزدکی منطق" کی

اصلاح و ترمیم کرکے وہیں جا پہنچے ہیں۔ جہاں ان سے زیادہ خوں ریز مگر ان سے زیادہ صاف گو پہلے سے پہنچے ہوئے تھے۔

زمانہ کے جدید مسائل پر لکھنے کا شوق اردو کے مصنفین میں بڑھتا جا رہا ہے اور پچھلے بیس سال میں تو جو رفتار رہی ہے وہ ایک درخشاں مستقبل کا پتہ دے رہی ہے "جنگ کیوں ہوئی" ان کتابوں میں خاص مقام رکھتی ہے اور یقیناً ہندوستان کے کروڑوں تعلیم یافتہ حضرات کے اسی سوال کا شافی جواب ثابت ہو گی۔ فاضل مصنف نے واقعات و حالات کی چھان بین کر کے اختصار کے ساتھ ہٹلر کے کارناموں کو پیش کیا ہے۔ ہٹلر کی زندگی، اس کے کارنامے، اس کے خیالات، اور اس کا جذبۂ انتقام مطالعہ کرنے والوں کے لئے عبرت و موعظمت کا سامان ہیں، جنگ سے قبل پیدا ہونے والے واقعات، ان کا باہمی تعلق اور ان کے نتائج رفتار عالم کے سمجھنے میں آپ کی مدد کریں گے۔ فقط

جنگ ۱۹۳۹ء
کیوں ہوئی
؟

انکشاف

تین ستمبر ۱۹۳۹ء کو ٹھیک گیارہ بجکر پندرہ منٹ پر اتوار کے روز برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر چیمبرلین نے بذریعہ وائرلیس دنیا کو اطلاع دی کہ برطانیہ جرمنی سے برسر جنگ ہے۔

"تم خیال نہیں کر سکتے" مسٹر چیمبرلین نے کہا "میرے لئے یہ کتنا زبردست صدمہ ہے کہ امن قائم رکھنے کے لئے میری تمام جدوجہد ناکام رہی۔ تاہم میں یقین نہیں کر سکتا کہ اس (جدوجہد) سے زیادہ یا اس (جدوجہد) کے مختلف میں کچھ اور کر سکتا جو کہ اس سے زیادہ کامیاب ثابت ہوتی آخر تک یہ قطعی ممکن تھا کہ جرمنی اور پولینڈ میں ایک باعزت اور باامن سمجھوتہ کروا دیا جاتا لیکن ہٹلر کو یہ منظور نہیں تھا۔ ہمارا ضمیر صاف ہے ہم نے وہ سب کچھ کیا ہے جو کہ ایک ملک امن قائم رکھنے کے لئے کر سکتا تھا۔ لیکن ایک ایسی صورت جس میں جرمنی کے حکمران کے کسی قول پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا اور کوئی قوم یا ملک اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا ناقابل برداشت ہو گئی ہے۔ اب خدا تم سب پر فضل کرے اور وہ سچ کی حمایت کرے کیوں کہ وہ بری چیزیں ہیں جن کے خلاف لڑیں گے۔ وحشی قوت۔ برا اعتقاد۔ ناانصافی۔ ظلم اور اذیت بری چیزیں۔"

دنیا حیرت میں تھی ایک اضطراب سا پھیل گیا۔ ہر شخص کے دل میں ان

وجوہ کے معلوم کرنے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی جن کی بناء پر برطانیہ اور فرانس
جیسی صلح جو اور امن پسند طاقتیں ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہوئیں۔ دنیا جانتی ہے کہ
برطانیہ جنگ کا خواہاں نہیں تھا بلکہ وہ جنگ سے نفرت کرتا تھا۔ برطانیہ والوں کو
جرمنی میں بسنے والوں سے کوئی دشمنی نہ تھی اور نہ برطانیہ اپنی وسیع سلطنت میں
کوئی اضافہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ بھی نہ تھا وہ کسی تجارتی مقابل کو کچلنا چاہتا تھا
ہر شخص سوال کرنے لگا کہ "جنگ کیوں ہوئی؟" اس کا جواب صرف دو
الفاظ میں دیا جا سکتا ہے" اڈولف ہٹلر"
ہٹلر ایک خونخوار شیر کی طرح جس کی طبیعت کبھی شکار سے سیر نہیں ہوتی
یورپ میں اپنے ہمسایہ ممالک کا یکے بعد دیگرے آزادی سے شکار کر رہا تھا
رہائن لینڈ۔ آسٹریا اور زیکوسلوویکیا کا شکار وہ کر چکا تھا۔ اب اس کی
حریص نگاہیں ڈنزگ اور کوریڈر پر تھیں یہ قطعی یقینی تھا کہ ان چھوٹی چھوٹی
جھونپڑیوں کو اجاڑنے کے بعد وہ برطانیہ اور فرانس کی عالیشان عمارتوں
کی طرف رخ کریگا جہاں اسے سب سے زیادہ شکار ملنے کی امید تھی۔ یہ قطعی یقینی
تھا کہ آخر کار برطانیہ اور فرانس پر حملہ کیا جائے گا۔ یہی وہ خوف تھا کہ جس کی وجہ
سے ان ملکوں کو اپنی محافظت کے لئے ہتھیار اٹھانا پڑے۔ یہ جنگ گو برطانیہ نے
خود کی مدافعت میں شروع کی لیکن یقین ہے کہ برطانیہ اس کو اسکے تلخ ترین اور
فیصلہ کن انجام تک جاری رکھے گا تاآنکہ تمام اقوام محفوظ ہوں۔
بہ پیشتر اس کے کہ جنگ سے قبل کے یورپ کی سیاسی اور تاریخی تحریکات پر
غور کیا جائے۔ یہ ظاہر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ہٹلر نے ان تمام ملکوں کیلئے

جنہیں اس نے جنگ چھڑ جانے سے قبل قبضہ میں لیا صرف ایک ہی طریقۂ عمل اختیار کیا۔ ان تمام ممالک اور علاقہ جات کو حاصل کرنے کے لئے اس نے یکساں عیاری۔ حیلہ سازی۔ وعدہ شکنی۔ اور زیادتی برتی۔ اگر بنظر غور مطالعہ کیا جائے تو اس طریقۂ عمل کو مندرجہ ذیل مدارج میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) اس نے اپنا قبضہ کرنے کے لئے موقع اچھا دیکھکر ایک ملک منتخب کیا اور اپنی توجہ ادہر کی۔

(۲) ہر ممکن کوشش کی کہ منتخب کردہ ملک اور اس کے ہمدرد اور دوست ممالک کو یقین دلایا جائے کہ ہٹلر کی توجہات اور ارادے محض باعزت اور قابل اعتماد ہیں۔

(۳) اس کے بعد منتخب کردہ ملک کی اندرونی حالت خراب ظاہر کر کے اسکی اصلاح کے لئے اپنی فکر اور تشویش ظاہر کی۔ اس ملک کے ہمدرد اور دوست ممالک کو جو کسی معاہدے کی رو سے اس سے وابستہ ہوں ان فرضی خرابیوں کی اطلاع دی۔ ان فرضی خرابیوں کے وجوہات تراشے۔ اس ملک میں بسنے والی جرمن اقلیتوں کو "گالیٹر" کے زیر تحت منظم کروایا مثلاً آسٹریا میں ڈاکٹر ٹاوس اور سیس انکارٹ نے زیکوسلوکیا میں کانریڈ ہینلن نے اس خدمت کو انجام دیا۔ ان منظم کردہ اقلیتوں سے ملک کی حکومت کو برانگیختہ کرنے والی اور اشتعال دلانے والی تحریکات شروع کرائیں۔ مجبوراً اس ملک کو امن اور قانون کی محافظت کیلئے کوئی قدم اٹھانا پڑتا اس مدافعانہ کارروائی کو "ہمارے نسلی بھائیوں پر ظلم اور تشدد" کے نام سے موسوم کیا جاتا۔ اگر ملک ان امن شکن تحریکوں کو

روکنے کی غرض سے جرمنی سے خائف ہو کر کوئی قدم نہ اٹھاتا تو یہ مشتہر کیا جاتا کہ اس ملک کی حکومت کو اتنی طاقت نہیں رہی کہ وہ اقلیتوں کی حفاظت کر سکے۔ (مثلاً جب زیکوسلو یکیا میں سوڈین جرمنوں نے اشتعال انگیز اور تشدد آمیز حرکتیں شروع کیں تو وہاں کی حکومت نے محض جرمنی سے خائف ہو کر انتہائی ضبط اور تحمل سے کام لیا اور ان حرکتوں کو دبانے میں نہایت نرمی برتی تو سوڈین جرمن ملک کی آبادی اور پولیس سے جگہ جگہ تصادم کرنے لگے مگر پھر بھی حکومت نے خوف کے مارے کوئی سخت قدم نہ اٹھایا اس پر سارے جرمن پریس (اخبارات وغیرہ) نے بے پناہ شور مچانا شروع کر دیا۔ "زیکوسلو یکیا کی حکومت میں اتنی طاقت نہیں کہ جرمن اقلیت کی محافظت کر سکے۔ صرف تیسری ریش (ہٹلر کی حکومت) ہی یہ طاقت اور حق رکھتی ہے۔")

(۴) اس اثناء میں ممالک غیر کو یہ یقین دلایا جاتا رہا کہ نیت صاف اور یہ تحریک انصاف پر مبنی ہے۔ ملک کو قبضہ میں لینے کی اسکیم کو ہٹلر پوشیدہ رکھتا اور اپنے پروپگنڈے کے ذریعے اپنے مقصد میں سے صرف اس قدر حصہ کو دنیا پر ظاہر کرتا جو ممالک غیر کو درست اور معقول معلوم ہوا اور اس حصے کے متعلق اعلان کیا جاتا کہ جرمنی کا یہ آخری مطالبہ ہے۔

(۵) اس منزل پر اس ملک کو محض "بحث اور رائے" کیلئے "باعزت" شرائط پیش کی جاتیں اور یہ شرائط ایسے ابتدائی اور مہمل پیرائے میں ہوتیں کہ انکی اہمیت ظاہر نہیں ہوتی یا یہ شرائط الٹیمیٹم (دھمکی) کی صورت میں پیش کیجاتیں جو کوئی خوددار ملک برداشت نہیں کر سکتا۔

(۶) ساتھ ہی اس ملک کے خلاف ایک زبردست اور بے پناہ اخباری پروپگنڈا شروع کر دیا جاتا۔

(۷) اس کی سرحد پر جرمن افواج جمع کی جاتیں۔

(۸) اب اس ملک کے ساتھ گفت و شنید کی رفتار تیز کی جاتی اور اس ملک اور اس کے ہمدرد ممالک کو اطلاع دیجاتی کہ معاملے کی نزاکت کا تقاضہ ہے کہ معاملہ ہفتوں یا دنوں میں طے نہ ہو بلکہ گھنٹوں میں طے ہو جانا چاہیئے۔

(۹) اس مرحلہ پر یہ کوشش کیجاتی کہ منتخب کردہ ملک اپنی جانب سے برلن کو ایک ایسا سفیر بھیجے جو کل امور کو قطعی طور پر طے کرنے کا مختار ہو اور جس کو ملک کی قسمت کا آخری فیصلہ کرنے کے حقوق دیدیئے گئے ہوں۔ اگر ایسا مختار بھیجا گیا تو اس کے ساتھ سخت اور بدترین طریقہ برت کر اس کو مجبور کیا جاتا کہ وہ نازیوں کی تمام شرائط بغیر اپنی ضمیر کی رائے کے منظور کرلے اگر ایسا مختار نہیں بھیجا جاتا یا یہ مختار جا کر ایسی شرائط منظور کرنے سے انکار کرتا تو آیندہ ہونیوالی خونریزی کی تمام ذمہ داری اس مختار اور اس کے ملک کے کاندھوں پر ڈالی جاتی (ملاحظہ ہو ڈاکٹر اسکشنگ کا سفر برکٹسگیڈن) جب سمجھوتے میں اس طرح رکاوٹ پیدا کر دی جاتی تو دنیا پر یہ ظاہر کیا جاتا کہ جرمنی تو نہایت نرم اور معقول شرائط پیش کر چکا لیکن فریق ثانی نے ان کو بغیر معاملے کی اہمیت سمجھے ہوئے ٹھکرا دیا۔

(۱۰) اس ملک پر اب یک لخت حملہ کیا جاتا اور اس پر قبضہ کرلیا جاتا۔

(۱۱) ملک کی تمام دولت۔ ساز و سامان اور قلعہ جات پر قبضہ کرلیا جاتا

(۱۲) دوسرے ملک کا انتخاب اور وہی طریقۂ عمل۔

اس موقع پر یہ ظاہر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان ہضم کئے ہوئے ممالک کے ساتھ کس طرح کا سلوک برتا جانے لگا۔ ہٹلر خود اپنی سوانح "مین کانف" میں اپنا اصول ظاہر کرتا ہے۔

"ایک عقلمند فاتح کو چاہئے کہ وہ مفتوح ملک پر اپنا تسلط درجہ بدرجہ اور اپنے حقوق یکے بعد دیگرے قائم کرتا رہے۔ اگر اس اصول پر عمل کیا گیا تو اب مفتوح لوگ جو پست ہمت ہیں وہ پست ہمتی کے اتنے عادی ہو جائیں گے کہ زیادتی اور تشدد کا جو بھی قدم اٹھایا جائے گا تو اس میں ہتھیار اٹھانے کی دوبارہ ضرورت محسوس نہ ہوگی۔"

جنگ چھڑ جانے سے قبل کے یورپ کے سیاسی اور تاریخی واقعات مفصل طور پر سمجھنے کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہٹلر کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے اور اس کے آغاز حیات اور اس کے عروج کو مختصراً بیان کیا جائے۔

اڈولف ہٹلر

اڈولف ہٹلر

"یہ امر میرے لئے آج بھی باعث فخر ہے کہ قسمت نے برانو کو میری پیدائش کا مقام منتخب کیا۔ یہ چھوٹا سا قصبہ دو جرمن ریاستوں کی سرحد پر واقع ہے۔" 'مین کالف'

ہٹلر آسٹریا میں بمقام برانو ۲۰ اپریل ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوا۔ اس کا باپ الوئس شکل گرو براتبدائی زندگی میں ایک موچی کے ہاں جوتے بنانے کے کام پر مقرر ہوا بعد میں اس کو آسٹریا کے محکمہ جنگی میں ملازمت مل گئی۔ الوئس شکل گرو نے تین شادیاں کیں اور تیسری بیوی سے جس کا نام کلارا پوئزل تھا اڈولف ہٹلر (جرمنی کا موجودہ ڈکٹیٹر) پیدا ہوا۔ کچھ ہی عرصہ بعد اس خاندان نے برانو کو خیرباد کہا اور لنز میں سکونت اختیار کی جہاں اڈولف ہٹلر کو اسکول میں داخلہ کیا گیا۔ ابتدا ہی سے ہٹلر کا رجحان بجائے تعلیم کے آرٹ (دستکاری) کی طرف تھا مگر اس کے باپ کی آرزو تھی کہ وہ امتحان پاس کرکے محکمہ جنگی میں ملازمت کرے چنانچہ جب ہٹلر نے دیکھا کہ اس کا باپ اس کے رجحان طبیعت کا مخالف ہے تو اس نے تعلیم ترک کر دی۔ جب ہٹلر بارہ سال کا ہوا تو اس کا باپ دنیا سے رحلت کر گیا اور وہ پانچ سال تک بیکاری کی زندگی گذارتا رہا اور اپنی ماں کی کمائی پر بسر اوقات کرتا تھا۔ اٹھارہویں سال میں وہ ویانا گیا اور وہاں اس نے ایک صنعتی اسکول میں داخلہ چاہا۔ لیکن اسکی درخواست منظور نہ ہوئی اور کہا گیا کہ "اس کے بنائے ہوئے نقوش

کی طور پر ثابت کرتے ہیں کہ وہ دستکار بننے کے لئے موزوں نہیں۔ ہٹلر اپنی سوانح میں تحریر کرتا ہے "اس پر میں نے یہ طے کیا کہ معمار بنکر نام پیدا کروں۔" مین ان ہی دنوں اس کی ماں کا انتقال ہوگیا اور وہ بے یار و مددگار رہ گیا۔ وہ ویانا کے ایک مفلس ترین مقام میں رہنے لگا اور اپنی روزی کبھی تو گلی کوچے کی صفائی کر کے اور کبھی مکانات رنگنے کے ذریعہ حاصل کرتا۔ ہٹلر اپنی سوانح میں لکھتا ہے:۔

"۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۰ء میں بالآخر اپنی حالت اتنی تو سدھار لی کہ کم از کم اپنی روٹی اب مزدور کے اسسٹنٹ (مددگار) کی حیثیت سے نہیں کماتا تھا۔ اب میں ایک نقشہ نویس اور مصور کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔"

ویانا کی زندگی سے تنگ آکر ۱۹۱۲ء میں ہٹلر میونخ چلا گیا اور وہاں وہ کبھی تو معماروں کے ہاتھ کے نیچے کام کرتا اور کبھی کوئی تصویر بنا کر اپنی گذر اوقات کرتا یہاں تک کہ جنگ عظیم شروع ہو گئی۔

"میرے لئے جنگ کا چھڑ جانا" ہٹلر لکھتا ہے "میری جوانی کے مصائب سے نجات دلانے کا باعث ہوا۔ آج تک میں یہ کہنے سے نہیں شرماتا کہ جوش کی حالت میں میں اپنے گھٹنوں پر جھکا اور خدا کا شکر ادا کیا۔"

بحیثیت آسٹریا کے باشندے ہونیکے اس کا فرض تھا کہ اپنی خدمات آسٹریا کو پیش کرتا لیکن وہ جرمن فوج میں بھرتی ہوا۔ اس نے ۱۶ بویرین رزرو انفنٹری جو عموماً لسٹ جرمن پکاری جاتی تھی اس میں اپنا نام درج کرایا۔ بہرحال وہ اپنی "مین کانف" میں لکھتا ہے کہ:۔

"تین اگست کو میں نے ہزمیجسٹی بادشاہ لڈوگ سوئم کی خدمت میں
درخواست بھیجی کہ مجھے بویرین فوج کی ایک رجمنٹ میں بھرتی کیا جائے
حالانکہ دفتر وزارت ان دنوں بہت مصروف تھا لیکن میری خوشی
کی کوئی انتہا نہیں رہی جبکہ میری عرضی اسی دن منظور ہو گئی۔"

ابتداء میں ہٹلر نے میدان کارزار میں کوئی حصہ نہیں لیا بلکہ وہ رجمنٹ کے افسران کے اردلی اور کھانا کھلانے والے کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ ہٹلر کی فوجی خدمات زیادہ درخشاں نہیں ہیں اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ وہ "کارپورل" کے عہدے سے آگے کبھی نہ بڑھ سکا۔

"اکتوبر ۱۹۱۶ء میں" ہٹلر کے الفاظ ہیں" میں زخمی ہو گیا میں نے بخوشی
میدان جنگ چھوڑا اور مجھے حکم ملا کہ میں زخمیوں کی ٹرین کے ذریعہ جرمنی
چلا جاؤں۔ مجھے گھر دیکھے ہوئے دو سال ہو گئے تھے۔ میں برلن کے
قریب ایک اسپتال میں داخل کیا گیا۔"

جس وقت جنگ ختم ہوئی اس وقت بھی ہٹلر اسپتال ہی میں تھا۔ اسی درمیان میں بویریا کا کمیونسٹ انقلاب ہوا اور روس نے میونچ پر قبضہ کر لیا۔ یکم مئی ۱۹۱۹ء کے روز اس کمیونسٹ حکومت کو ارلنسٹ ر دہم اور کرنل وال ایپ نے نہایت تشدد اور سختی کے ساتھ ہٹایا۔ یہی وہ موقع تھا کہ ہٹلر میونچ واپس آیا۔ ہٹلر تحریر کرتا ہے۔

"نومبر ۱۹۱۸ء کے آخر میں میونخ لوٹا میں اپنے رجمنٹ کے ریزرو بٹالین
میں واپس داخل ہوا جو کہ اس وقت سولجر کونسل کے ہاتھوں میں تھی کل

حالات ایسے حوصلہ شکن تھے کہ میں نے فوراً ارادہ کر لیا کہ میں ان سے نکل جاؤں۔ چنانچہ میرے ایک فوجی دوست کی ہمراہی میں ٹرانسٹین چلا گیا اور جب تک کیمپ نہ توڑ دیا گیا میں وہیں رہا۔ مارچ ۱۹۱۹ء میں میونخ واپس آیا۔"

اس وقت اس کا کوئی دوست اور ہمدرد نہیں تھا اور نہ اس کا کوئی گھر تھا۔ یہاں تک کہ دیانا میں اسکی دو بہنیں تھیں انہوں نے بھی یہ معلوم کرنے کی پرواہ نہیں کی کہ آیا وہ لڑائی سے بھی زندہ بچ آیا یا نہیں۔ اُس نے پھر اپنی سابقہ رجمنٹ کو درخواست دی کہ اسکی امداد کی جائے۔ اسوقت فوجی حکام بڑھتی ہوئی کمیونسٹ تحریک سے خائف اور متفکر تھے۔ اس تحریک کی اشاعت لڑائی سے آئے ہوئے سپاہیوں میں خفیہ طور پر کیجارہی تھی۔ لہذا انہوں نے ہٹلر کو بطور جاسوس کے مقرر کیا اب اس کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ میونخ کے پبلک مقامات اور ہوٹلوں میں جاتا اور خود کو بھی انقلابی ظاہر کر کے لوگوں کے خیالات معلوم کرتا اور تمام معاملات کی رپورٹ کپتان روہم سے کرتا۔ رفتہ رفتہ کپتان روہم ہٹلر پر بھروسہ کرنے لگا اور وقتاً فوقتاً اسکی امداد بھی کرتا اسکی مہربانی اتنی بڑھ گئی کہ اب اس کے دل میں ہٹلر کے لئے محبت اور شفقت پیدا ہو گئی ہٹلر جاسوسی کا کام کرتا رہا مگر چند دنوں بعد اُس نے روہم کو رائے دی کہ اگر ایک "نیشنل سوشلسٹ" جماعت کی بنیاد ڈال دی جائے تو سپاہی اور مزدور کمیونسٹ خیالات چھوڑ کر اس نئی تحریک کی طرف راغب ہو جائینگے اس نے صلاح دی کہ مزدوروں کی تحریک کو بجائے دبانے کے فروغ دیا جائے۔

اس طرح فوجی حکام کی مقصد براری ہو جائے گی۔ اس کام کے لئے تنخواہ پر اس نے خود کی خدمات پیش کیں اور کیونکہ ہوٹلوں اور دیگر مقامات پر یہ ثابت کر چکا تھا کہ اس میں تقریر کرنے کی زبردست طاقت ہے لہذا اسکی رائے پر عمل کیا گیا۔

"ایک روز مجھے اپنے ہیڈ کواٹر سے حکم ملا" ہٹلر لکھتا ہے "کہ میں جا کر معلوم کروں کہ ایک جماعت میں جو کہ بظاہر سیاسی تھی اور جو کہ چند دنوں میں ایک میٹنگ کر رہی تھی اور یہ میٹنگ "جرمن ورکرز (مزدوران) پارٹی" کے نام سے ہو رہی تھی کہ آیا کیا ہو رہا ہے گوٹفرائڈ فیڈر اس جلسے میں تقریر کرنے کو تھا۔ مجھے اس جلسے میں شریک ہو کر ان لوگوں کے بارے میں رپورٹ کرنا تھا۔" ماخوذ از "مین کانف"

ہٹلر نے اسی طرح اس جماعت کے دو تین اجلاس میں شرکت کی اور بعد میں متاثر ہو کر خود بھی اس کا ممبر بن گیا گویا کہ جس جماعت کے ذریعہ اس نے بعد میں اقتدار حاصل کیا اولاً اس کے خلاف مخبری کی۔

جس وقت ہٹلر "جرمن ورکرز پارٹی" میں شامل ہوا اس وقت اس پارٹی کے ممبران کی تعداد چالیس سے زیادہ نہیں تھی۔ متواتر کئی شب تک یہ لوگ کسی ہوٹل میں خفیہ طور پر جمع ہوتے اور ہٹلر ان لوگوں پر اپنی ساحرانہ تقریریں آزماتا۔

"اے سپاہیو! اے میرے مزدورو! تم نے جنگ نہیں ہاری" وہ چلا کر کہتا "تمہاری پشت پر عین اس وقت خنجر گھونپا گیا جب کہ تم فتحیابی حاصل کرنے کو تھے۔ تمہارے ساتھ یہودیوں اور بالشویک

لوگوں نے دغا کیا۔ آؤ! میرے پیچھے آؤ میں تم کو انتقام اور فتحیابی کی طرف لے جاؤں گا۔"

ان جوشیلی تقریروں کا عوام پر نہایت گہرا اثر پڑتا۔ اس وقت تک جرمن لوگوں اور دیگر اقوام کا صحیح خیال تھا کہ جرمنی کو برطانیہ۔ فرانس اور امریکہ نے جنگ میں شکست فاش دیدی ہے۔ کوئی جرمن بھی یہودیوں کو دغا کا مرتکب نہ سمجھتا تھا لیکن اس نئے پرفریب نعرے نے عوام میں مغالطہ پیدا کر دیا اب لکے دلوں میں شکوک پیدا ہوئے۔

رفتہ رفتہ جرمن ورکرز پارٹی کی اشاعت ہونے لگی۔ اس پارٹی نے ہمت کرکے ایک عام جلسہ کیا اس میں حاضرین کی تعداد سات آدمیوں سے زیادہ نہ ہوئی۔ دوسرا جلسہ کیا گیا جس میں حاضرین تقریباً اسی ہو گئے اب اس پارٹی نے ۲۵ فروری ۱۹۲۰ء کو ایک زبردست جلسہ کیا اور انہوں نے ۲۵ نکات کا ایک پروگرام مرتب کیا اگر ہم ان نکات کا مطالعہ کریں تو ہم پر ظاہر ہوگا کہ ابتدا ہی سے اس پارٹی کا پروگرام کتنا غیر مساوی اور انصاف و اصول انسانی کے خلاف تھا ذیل میں اس پروگرام کے چند نکات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) "ہم تمام جرمنوں کو متفق کر کے ایک زبردست جرمن حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔"

(۲) "ہم معاہدہ ورسیلیز اور سینٹ جرمین کو مسترد کروانا چاہتے ہیں"

(۳) "ہم اپنے لوگوں کے لئے نو آبادیات طلب کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

(۴) "سوائے ممبران قوم کے کوئی باشندہ جرمنی نہیں ہو سکتا اور یہی

ممبران قوم کہلائے جا سکتے ہیں جن کی رگوں میں جرمن خون ہے لہذا کوئی یہودی ممبر قوم نہیں ہو سکتا۔"

(۵) "جو شخص کہ باشندۂ جرمنی نہیں وہ جرمنی میں محض مہمان کی حیثیت سے رہے گا اور وہ بیرونی قوانین کے زیر تحت رہے گا۔"

(۶) "ملک کی حکومت کے جملہ اداروں کے لئے صرف باشندۂ جرمنی کو ووٹ کا حق حاصل ہوگا۔"

(۷) "ہم چاہتے ہیں کہ ملک کی حکومت اپنا یہ فرض اولیں مقرر کرے کہ وہ باشندۂ جرمنی کی تجارت۔ دستکاری اور روزگار بڑھانے کی کوشش کرے اگر یہ ممکن نہ ہو کہ کل آبادی کی کفالت کر سکے تو حکومت کو چاہئے کہ ملک سے غیر اقوام کے باشندگان کو نکال دے۔" وغیرہ وغیرہ

خصوصاً معاہدۂ ورسلیز وسینٹ جرمین کی مخالفت کرنا ہر ممکن ذریعہ سے اس کو توڑ کر اس کے ذریعے قائم کردہ نظام کو درہم برہم کرنا اس پارٹی نے اپنا نصب العین بنایا۔ یہاں معاہدۂ ورسلیز کی درستی یا نادرستی کی تفصیل کو چھوڑ کر دوسرے باب میں اس موضوع متعلق لکھا جائے گا۔

رفتہ رفتہ اس پارٹی نے زبردست طاقت حاصل کر لی۔ اس نے منگول سواستک نشان کو اپنا قومی نشان مقرر کیا۔ فوجی حکام نے اخبار والکشر بیوبیکٹر خرید کر پارٹی کے پروپگنڈے کی غرض سے ہٹلر کو پیش کیا۔ بتدریج ہٹلر نے ڈرکسلر اور دوسرے بانیان پارٹی کو نکال باہر کیا اور پارٹی پر اپنا پورا قبضہ کر لیا۔ اس نے اس جماعت کا نام بدل کر "نیشنل سوشلسٹ" ورکرز

پارٹی" رکھا جس کو ہم مختصراً "نازی" کہتے ہیں۔ ۱۹۲۲ء کے اختتام تک ہٹلر میونچ میں زبردست طاقت حاصل کر چکا تھا۔ لوگ اس کی ساحرانہ تقریریں سننے کے لئے جوق در جوق آتے ایک ہی شب میں وہ میونچ کے چودہ مقامات پر تقریریں کرتا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ موٹر میں سرعت کے ساتھ پہونچتا نازی زہر عوام میں تیزی کے ساتھ پھیلتا جا رہا تھا کہ فرانس کے وزیر اعظم مسٹر رائمنڈ پوئنکارے نے اپنے دوست برطانیہ کی رائے کے خلاف جنوری ۱۹۲۳ء میں روہر کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور اس حادثہ سے جرمن لوگوں میں غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی اس موقع کو غنیمت جان کر ہٹلر نے عوام اور فوج کو اور بھی اشتعال دلایا مگر اس نے بھی اس موقع پر زبردست غلطی کی۔ اس نے طے کیا کہ کمیونسٹ لوگوں کے "مے ڈے" یوم مئی کے جلسے کو منتشر کر دیا جائے خواہ اس میں کشت و خون ہی کیوں نہ ہو چنانچہ اس جذبہ سے متاثر ہو کر وہ اپنے آدمیوں کو لیکر فوجی بارکوں میں گھس گیا اور وہاں کے ہتھیار اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دیئے۔ فوجی حکام جو اس وقت تک اس کو خفیہ طور پر مدد دے رہے تھے اس حرکت سے بہت برہم ہوئے اور انہوں نے فوجی دستے بھیجے جنہوں نے جا کر ہٹلر اور اس کے ہمراہیوں کا محاصرہ کر لیا یکایک ہٹلر کی ہمت ٹوٹ گئی اور اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ ہتھیار ڈال دیں اور خود برکٹسگیڈن فرار ہو گیا مگر یہاں بھی وہ خاموش نہیں بیٹھا اس نے سابق کمانڈر انچیف لڈنڈورف سے خط و کتابت شروع کی۔

۲۶ ستمبر ۱۹۲۳ء کو بویریا کی حکومت نے انقلاب سے خائف ہو کر مارشل لا

جاری کیا اور ہروان کا ڈکٹیٹر۔ وان لوسو فوج کے افسر اعلیٰ اور کرنل وان سیسر
پولس کے افسر اعلیٰ مقرر کردیئے گئے۔ ۸ نومبر کو ہروان کار میونچ کے قریب ایک
ہال میں جس میں تقریباً تین ہزار شخص موجود تھے تقریر کرنے کھڑا ہوا۔ جنرل لوسو اور
کرنل سیسر بھی پلیٹ فارم پر موجود تھے ٹھیک اس وقت ہٹلر اس ہال میں یکایک
داخل ہوا۔ اپنے محافظوں میں سے چند کو وہ باہر تعینات کرچکا تھا اور اپنے ریوالور کو
سر پر گھماتا ہوا پلیٹ فارم کی طرف لپکا۔ تمام حاضرین خاموش تھے اپنے محافظونکو
لئے ہوئے وہ پلیٹ فارم پر چڑھا اور چلایا "قومی انقلاب شروع ہو گیا ہے"۔
وان کار۔ جنرل لوسو اور وان سیسر کو پستول دکھلا کر وہ ایک علیحدہ کمرے میں
لے گیا واپس پلیٹ فارم پر نمودار ہو کر اس نے حاضرین سے کہا کہ بویریں حکومت
معزول کردی گئی اور اسکی بجائے نیشنل (قومی) گورنمنٹ قائم کردی گئی ہے
اور یہ کہ اب سے وہ خود گورنمنٹ کا افسر اعلیٰ ہے اور لڈنڈورف فوج کا کمانڈر ہے
اسی لمحہ ہٹلر کو خبر پہنچی کہ بارکوں کے سپاہی اس کے ساتھیوں کے ہتھیار چھینکر انکو
نہتے کر رہے ہیں۔ وہ حالات پر قابو کرنے کے لئے فوراً باہر گیا جب واپس آیا تو
دیکھا کہ وان کار۔ لوسو اور سیسر صاف نکل گئے تھے۔ اس رات ہٹلر اپنی فوجی جماعت
کو منظم کرنے اور ترتیب دینے میں مشغول رہا تاکہ دوسرے روز میونچ کے مرکز کی
طرف بڑھے۔ ۹ نومبر کو یہ مارچ (پیشقدمی) گیارہ بجے شروع کی گئی۔ ہٹلر
اور لڈنڈورف جماعت کے جلو میں تھے۔ پولیس راستے میں مزاحم ہوئی اور گولی
چلنے لگی۔ ہٹلر زمین پر گرتا ہوا دکھائی دیا۔ لڈنڈورف گرفتار ہوا بہت سے
لوگ زخمی ہوئے کپتان روہم نے ہتھیار ڈالدیئے لیکن اس دوران میں ہٹلر

فرار ہو چکا تھا۔ وہ بعد میں گرفتار کر لیا گیا اور لینڈسبرگ کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ اس کو پانچ سال کی سزا سنائی گئی مگر بعد میں یہ سزا صرف چھ مہینے کی کر دی گئی اسی قید میں ہٹلر نے اپنی مشہور سوانح "مین کانف" تحریر کی۔

ہٹلر کو یہ امید تھی کہ رہا ہونے کے بعد اس کا زبردست استقبال کیا جائے گا اور عوام میں اس کا پورا اقتدار ہو گا لیکن چند ہفتوں میں بقول کانرڈ ہیڈن کے "لوگوں کو ہٹلر کے متعلق کوئی دلچسپی نہیں رہی" اور یہ عام طور سے خیال کیا کیا جانے لگا کہ ہٹلر کی سیاسی زندگی ختم ہو گئی۔ لوگ کہنے لگے کہ جس شخص نے اپنی جماعت کے خلاف مخبری کے فرائض انجام دیئے اور جو نومبر کے معرکے میں بھاگ چھوٹا وہ کبھی پھر رونما نہ ہو گا۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط تھا۔ رہا ہونیکے بعد ہٹلر خاموش نہیں بیٹھا۔

نازی پارٹی برابر قوت پکڑ رہی تھی ۱۹۲۸ء میں اس نے الکشن (انتخابات) میں ۸ لاکھ ووٹ حاصل کئے دو سال بعد ہی ۱۹۳۰ء میں اس جماعت نے اتنا اقتدار حاصل کر لیا کہ اس کو پینسٹھ لاکھ ووٹ ملے اور اڈولف ہٹلر پھر طاقتور بنگیا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حالات اتنے جلد کیسے بدل گئے؟ ہٹلر نے ۱۹۱۳ء کی ہزیمت کے بعد ایک زبردست سبق سیکھا یعنی اس نے اب پستول کی بجائے انتخابات کو اپنی کامیابی کا ذریعہ سمجھا اور عوام اور فوج پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ اس کا مقصد اب صرف یہ تھا کہ وہ نازی پارٹی کے لئے زیادہ سے زیادہ ووٹ حاصل کرے۔ ایک طرف مالدار طبقہ کو یہ سمجھایا کہ وہ ان کا طرفدار ہے اور بالشویک اصول کا قطعی مخالف ہے۔ دوسری طرف فوجی احکام کو یہ یقین

دلایا کہ وہ ان کی طرف ہے اور وہ جو کچھ کر رہا ہے محض جرمن فوج کی کھوئی ہوئی عظمت اور وقار کو واپس حاصل کرنے کے لئے کر رہا ہے۔ ہٹلر نے ہمیشہ اپنا ایک اصول رکھا جسے اس طرح عمل میں لایا گیا۔

"اپنے صحیح ارادوں کو پوشیدہ رکھو۔ اپنے سخت ترین مخالفین کو اس طرح مغالطہ دو کہ وہ خیال کریں کہ گویا تم ان کے طرفدار ہو۔ درجہ بدرجہ اپنی ملت میں پوشیدہ ذرائع سے طاقت حاصل کرو۔ کوئی ایسا قدم مت اٹھاؤ جو کھلم کھلا مخالفت پیدا کرے لیکن یہ اقدام مجموعی طور پر تمہاری طاقت میں اضافہ کرنے کے ذرائع ہونا چاہیئے۔ اور تب خاص لمحے پر اپنا پردہ پھینک دو اور اپنے دشمنوں پر شدید حملہ کر دو۔"

اپنی سحر آمیز تقریروں سے اس نے فوج اور عوام پر قبضہ کر لیا۔ "میرے ہموطنو! جرمنی کے ساتھ دغا ہوا۔" وہ اکثر چلاتا اور عوام کے جذبات ابھارتا اس نے صرف تقریروں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خفیہ طور پر اس نے ایک فوج بھی مہیا کر لی اس کا پرانا محسن کپتان روہم بولیویا سے آ گیا اور ۱۹۳۱ء کے اختتام تک اس نے ہٹلر کو ایک زبردست فوج تیار کر دی جس کی تعداد تقریباً چھ لاکھ تھی۔ اب فائدہ اٹھانے کا وقت آ گیا تھا۔ ۳۰ مئی ۱۹۳۲ء کو مسٹر برونگ ختم ہوئے اور انکی موت کے ساتھ جرمنی کی آزادی کا بھی خاتمہ ہوا۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ۱۹۲۳ء اور ۱۹۳۳ء کے درمیان ممالک غیر کے حالات نے بھی ہٹلر کی امداد کی۔ ابتداء میں اس کی تحریک نے جرمنی میں کوئی خاص اثر پیدا نہیں کیا۔ معاہدہ لوکارنو نے جرمنی کی خودداری کو کچھ حد تک

واپس کر دیا تھا۔ امریکہ کا روپیہ کثیر تعداد میں جرمنی میں آرہا تھا اور مزدور پیشہ لوگوں کی حالت بسرعت ترقی کر رہی تھی۔ ۱۹۲۸ء کے انتخابات میں نازی پارٹی کو مکمل شکست ہوئی تب ۱۹۲۹ء کا جمود واقع ہوا ایکدم امریکہ کے روپئے کی آمد بند ہو گئی بلکہ امریکہ والوں نے اپنا روپیہ واپس طلب کر لیا۔ ملک کی اقتصادی حالت کو زبردست دھکا پہونچا۔ بے کاری زوروں سے بڑھنے لگی انقلاب کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

۱۹۳۰ء میں نازیوں نے تقریباً ۱۰۷ نشستیں حاصل کر لیں جرمنی میں بیکاروں کی تعداد پچہتر لاکھ تک پہونچ گئی۔ ہٹلر فوج اور مالدار طبقے پر اپنی دو طرفہ چال چلتا رہا۔ اس کے بعد ۱۹۳۲ء میں ہٹلر اپنی طاقت آزمانے کے لئے مارشل ہنڈنبرگ کے مقابل میں پریسیڈنٹ (صدر) کے عہدے کے انتخاب کے لئے امیدوار کھڑا ہوا ہٹلر کو ایک کروڑ دس لاکھ ووٹ ملے لیکن مارشل ہنڈنبرگ کے حق میں ایک کروڑ اسی لاکھ ووٹ آئے۔ ہٹلر ناکام رہا۔ لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری اور اپنی حکمت عملی جاری رکھی۔ جولائی ۳۲ء کے انتخابات میں اس کی پارٹی کو ۲۳۰ نشستیں ملگئیں اس کامیابی سے متاثر ہو کر اس نے مارشل ہنڈنبرگ سے کہا کہ اس کو وزیر اعظم بنا دیا جائے لیکن ہنڈنبرگ نے قطعی انکار کر دیا۔ اب اس نے اپنی ذاتی فوج کو برلن کے اردگرد جمع کرنا شروع کیا۔ اور ہروان بین کو چانسلری کے عہدے سے ہٹانا چاہا۔ لیکن صدر ریشتاگ (جرمن پارلیمنٹ) ہی کو توڑ چکا تھا۔ نومبر ۳۲ء میں پھر نئے انتخابات کئے گئے جس میں نازیوں کو پہلے سے تقریباً بیس لاکھ ووٹ کم ملے۔ نازی پارٹی مقروض ہو چکی تھی لیکن اسوقت

قسمت نے ہٹلر کی یاوری کی اس کے مخالفین میں پھوٹ پڑ گئی۔ وان پیپن کی جگہ وان شلیشر چانسلر ہو گیا تھا اور ان دونوں میں رقابت پیدا ہو گئی۔ دونوں ہٹلر کو اپنا طرفدار بنانے کی کوشش کرنے لگے۔ ہر وان پیپن اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا اب اس نے صدر ہنڈنبرگ پر اپنا ذاتی دباؤ ڈالکر اسے رضامند کر دیا کہ ہٹلر کو چانسلر اور خود کو نائب چانسلر مقرر کر دیا جائے۔ لیکن ہٹلر کو باوجود اس کے اپنی پوزیشن کا مکمل اعتماد نہیں ہوا وہ اب بھی چاہتا تھا کہ انتخابات واپس ہوں۔ چنانچہ ۲۷ر فروری کو اس نے موجودہ فیلڈ مارشل گوئرنگ کی امداد سے ریشتاگ (جرمن پارلیمنٹ) کو آگ لگوا دی اور اس دہشت انگیز کارروائی کا ملزم کمیونسٹ پارٹی کے لوگوں کو ٹھہرایا کہ ملک میں انقلاب برپا کرنے کی غرض سے انہوں نے ایسا کیا ہے۔ اس حادثے کا ملک پر بہت گہرا اثر پڑا ایک ہیجان سا واقع ہو گیا۔ چنانچہ نئے انتخابات ہوئے اور اس میں نازی پارٹی زبردست اکثریت کے ساتھ کامیاب ہو گئی۔

اب میدان صاف تھا اور ہوسِ ملک گیری۔ وہی ۲۵ نکات کا پروگرام بتدریج عمل میں لایا جا رہا تھا۔ وہی نعرے گونج کر جرمنی کی فضا کو خصوصاً اور یورپ کی فضا کو عموماً مکدر کر رہے تھے۔ "ہم تمام جرمنوں کو متفق کر کے ایک زبردست جرمن حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔" "ہم معاہدۂ ورسلیز اور سینٹ جرمین کو قطعی مسترد کرانا چاہتے ہیں"!

صُلح نامۂ ورسلیز

صلحنامۂ ورسلیز

"جرمن لوگوں کو ۱۹۱۸ء جیسا (ذلت آمیز) سال پھر برداشت نہ کرنا پڑے گا" ماخوذ از تقریر ہٹلر۔ مورخہ ۴ مئی ۱۹۴۱ء

موجودہ جنگ کی وجوہات سمجھنے کے لئے صلح نامۂ ورسلیز اور سینٹ جرمین کو پورے طور پر سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ یہی وہ معاہدے ہیں جنکے خلاف نازی پارٹی نے برسر اقتدار ہوتے ہی پوری قوت کے ساتھ اعلان کر دیا کہ جو نظام یورپ صلحنامۂ ورسلیز کے ذریعہ قائم کیا گیا اس کو توڑ کر جرمنی دنیا کی ایک زبردست طاقت بنجائے۔ یہی وہ معاہدے ہیں جن کے خلاف ۱۹۲۰ء ہی میں اپنے ۲۵ نکات کے پروگرام کے ذریعہ نازی پارٹی کہہ چکی تھی "ہم صلحنامۂ ورسلیز اور سینٹ جرمین کو قطعی مسترد کرانا چاہتے ہیں۔" "ہم اپنے لوگوں کے لئے نوآبادیات طلب کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔" "ہم تمام جرمنوں کو متفق کر کے ایک زبردست جرمن حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔"

مختصر یہ کہ نازی پارٹی کے ۱۹۲۰ء کے ۲۵ نکات کے پروگرام میں زیادہ تر نکات براہ راست یا بالآخر انہیں شرائط کو توڑنا چاہتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ ہمارے ساتھ صلحنامۂ ورسلیز اور سینٹ جرمین کے موقع پر دھوکہ کیا گیا۔ وہ کہنے لگے کہ ورسلیز کے موقع پر انتقام اور بدنیتی سے کام لیا گیا۔

دنیا

برطانیہ کلاں اور فرانس کی سلطنتیں
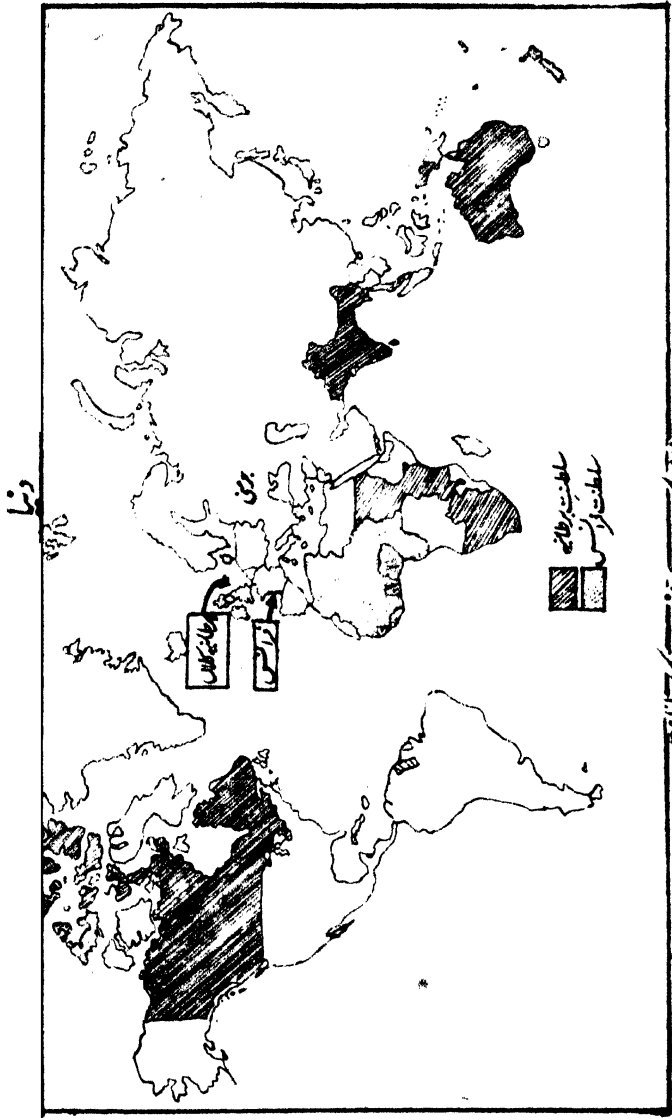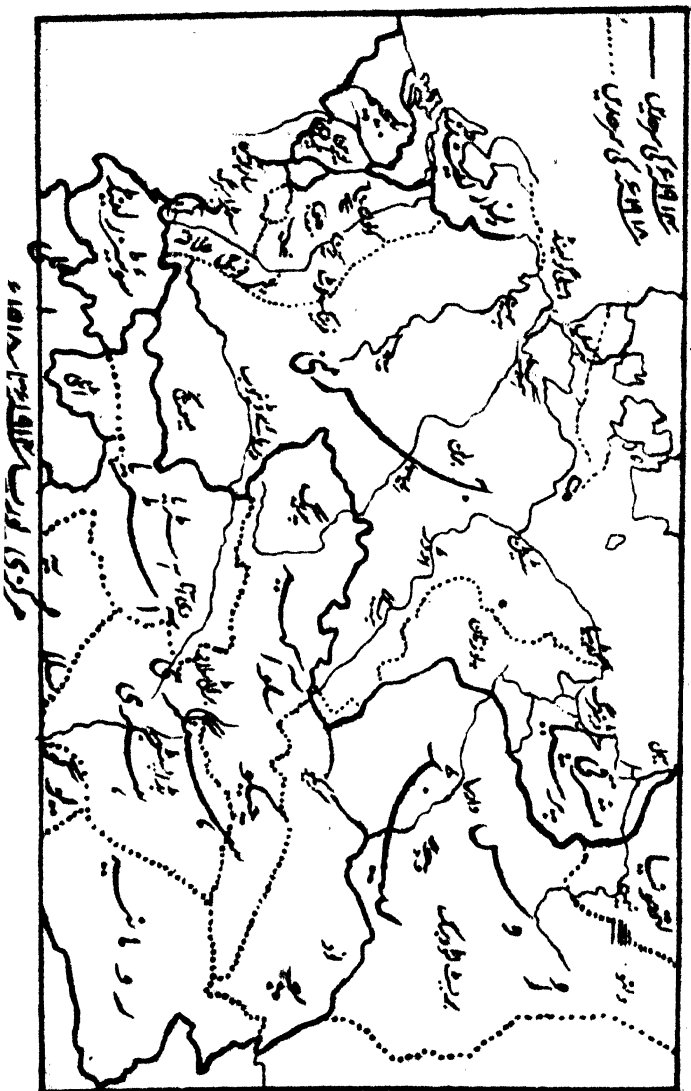
لیکن دراصل یہ سب اُن کے تشدد آمیز اور ملک گیری کے ہولناک پروگرام کا پردہ تھا۔ اور محض دنیا کو فریب دینے کی غرض سے یہ ظاہر کیا گیا۔ دنیا جانتی ہے کہ ان معاہدات کے موقع پر نہ تو انتقام کے جذبے سے کام لیا گیا اور نہ کوئی تشدد کیا گیا۔ یہ معاہدات اگر بنظر غور دیکھا جائے تو اتنے شدید اور انتقام آمیز نہیں تھے جتنا شدید معاہدہ کہ جرمنی نے ۱۹۱۸ء میں بمقام برسیٹ لٹوسک پر بحیثیت فاتح کے روس پر جابرانہ طریقہ پر ٹھونسا اور جس کی رو سے روس کو فن لینڈ۔ صوبجات بالٹک (استھونیا۔ لیوونیا۔ کورلینڈ) لتھوانیا۔ پولینڈ اور راکرین سے قطعی محروم ہونا پڑا۔ صلحنامہ ورسیلیز اتنا شدید نہیں تھا جتنا سخت کہ جرمنی نے بحیثیت ایک فاتح کے رومانیہ پر جبراً نافذ کیا تھا۔ سب واقف ہیں کہ صلح نامہ ورسیلیز اس تباہ کن جنگ کا انجام تھا جس میں لاکھوں انسانوں کا بے گناہ خون ہوا۔ جس میں کروڑوں انسانوں کی مشقت کی کمائی محض انسانوں کو تباہ کرنے میں استعمال کی گئی۔ مگر اس خونریزی اور تباہ کاری کا ذمہ دار کون تھا؟ صرف قیصر جرمنی اور اس کا فوجی نظام! اس امر کے ثبوت کے لئے خود ہٹلر کے الفاظ جو اس نے اپنی سوانح میں تحریر کئے ہیں کافی ہیں۔

"جرمنی میں مصائب کا تسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ جنگ ختم ہونے کے کوئی امکانات نہیں تھے۔ جبکہ جنگ میں فتحیاب ہونے کے آثار ہمیشہ کم ہوتے جا رہے تھے۔ جرمنی کے باشندے امن کیلئے ترس رہے تھے لیکن فوجی نظام اور قیصر جرمنی امن نہ ہونے دیتے تھے اس لئے تمام دنیا جو

اس حقیقت سے بخوبی واقف تھی جرمن قوم کے خلاف جنگ نہیں
کر رہی تھی بلکہ صرف اس انسان کے خلاف جو کہ جنگ کا تنہا ذمہ دار تھا
یعنی قیصر! لہذا جنگ کا ختم ہونا اس وقت تک ممکن نہیں تھا جبتک کہ
امن پسند دنیا کا یہ دشمن دفع نہ ہو جائے۔"

کون نہیں جانتا کہ قیصر جرمنی اور اس کے فوجی نظام کی اس خونریزو درندگی
کی وجہ سے دنیا پر کیا کیا مصائب آئیں۔ انہیں مصائب کا آئندہ کے لئے
تدارک کرنے کی نیت سے اتحادی طاقتیں جنگ میں فتحیاب ہونے کے بعد
صلحنامہ ورسلیز کی تکمیل لئے بیٹھیں۔ بعض لوگ بغیر معاملات کی اہمیت سمجھے
ہوئے یہ کہدیتے ہیں "معاہدۂ ورسلیز اور سینٹ جرمنی ہی ہٹلر کے عروج
کا باعث ہیں" اُن کا یہ خیال کہاں تک درست ہے اس کی بحث یہاں
فضول ہے لیکن یہ کہدینا ضروری ہے کہ یہ معاہدہ تھا درمیان ایک
حق بجانب فاتح اور ایک خودسر مفتوح کے جس میں نہ صرف مفتوح کو بیشمار
جان ومال کا نقصان ہوا بلکہ فاتح کو بھی یکساں نقصان برداشت کرنا
پڑا۔ ان معاہدوں کی شرائط گو کچھ سخت معلوم ہوں مگر ماہرین سیاست
بخوبی جانتے ہیں کہ دنیا کے امن کو برقرار رکھنے اور بنی نوع انسان کو
آئندہ جنگ کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ان تمام شرائط کا
ہونا ضروری تھا۔

یہ شرائط کیا تھیں ؟

جب جرمن گورنمنٹ نے دیکھا کہ برطانیہ۔ فرانس اور امریکہ وغیرہ کی

فوجیں جرمن فوجوں کو فرانس اور بلجیم کے مفتوح علاقوں میں متواتر پسپا کر رہی ہیں اور اس کے ساتھی بلغاریہ نے ہار کر اتحادیوں سے صلح کی درخواست کر دی ہے اور اس کے دوسرے ساتھی آسٹریا کو بھی مکمل شکست ہوگئی ہے تو اس کی ہمت ٹوٹ گئی۔ چنانچہ ۱۹۱۸ء کے خزاں میں جبکہ اتحادی ہر محاذ پر فتح حاصل کر رہے تھے تو قیصر کی حکومت رفتہ رفتہ برباد ہو رہی تھی۔ ریشتاگ (جرمن پارلیمنٹ) کی مخالف پارٹیوں نے طاقت حاصل کر کے امریکہ کے صدر مسٹر ولسن سے صلح کی بات چیت شروع کر دی۔ ان مخالف پارٹیوں کا اقتدار جلد ہی جاتا رہا۔ کیونکہ جرمنی میں ریشتاگ توڑ کر سوشلسٹوں نے ریپبلک قائم کر دی۔ قیصر ولیم نے جب دیکھا کہ انقلابی طوفان بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس کو روکنا ناممکن ہوگیا ہے تو دس نومبر کو فوج چھوڑ کر ہالینڈ بھاگ گیا۔ اس درمیان صدر ولسن نے مخالف پارٹیوں کے صلح کے پیام کے جواب میں بحیثیت اتحادیوں کے نمائندے کے اپنا ۱۴ نکاتی پروگرام پیش کیا جو فوراً منظور کر لیا گیا۔ چنانچہ قیصر ولیم کے بھاگنے کے دوسرے دن ہی یعنی ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو امن کا اعلان کر دیا گیا جس کی رو سے جرمن فوجوں کو دریائے رائن کے پیچھے ہٹنا پڑا اور ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اب صلح نامہ کی تکمیل کا کام اتنا ہی اہم تھا جتنا کہ جنگ کا۔ کیونکہ اگر جنگ سے سبق حاصل کر کے آئندہ جنگ کے اسباب نہ روکے جاتے تو یہ صلح نامہ بیکار اور فضول ثابت ہوتا اور اسی جذبے کے تحت اب تمام قوتوں کو کام کرنا تھا۔

صلحنامہ کی تکمیل کے بارے میں تمام انتظامات لازمی طور پر اتحادیوں کے ہاتھ میں رہے۔ کیونکہ شکست خوردہ ممالک میں سے آسٹریا ہنگری تو صفحۂ ہستی سے مٹ چکا تھا۔ بلغاریہ اور ترکی قطعی بے دست و پا ہو چکے تھے اور خود جرمنی غیر مسلح اور انقلاب کے گرداب میں پھنسا ہوا تھا۔ پیرس میں صلح کی کانفرنس طلب ہوئی برطانیہ کی جانب سے وزیر اعظم لائڈ جارج۔ اٹلی کی جانب سے وزیر اعظم آرلینڈو۔ فرانس کی طرف سے وزیر اعظم کلیمنکیو اور امریکہ کی طرف سے خود صدر ولسن شریک ہوئے۔ جاپان کی جانب سے مارکوئس سیاونجی شامل ہوئے۔ تقریباً چھوٹی بڑی بیس ریاستیں اس کانفرنس میں شریک ہوئیں۔ یہ صحیح ہے کہ آخری فیصلہ کا حق بڑی طاقتوں یعنی برطانیہ۔ فرانس۔ اٹلی۔ امریکہ اور جاپان نے اپنے ہاتھوں میں رکھا۔ چھوٹی ریاستیں اپنی رائے کا اظہار کر سکتی تھیں۔

یہاں یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ لڑائی کے آغاز سے قبل اور اس کے دوران میں یورپ کی بہت سی ریاستوں میں پوشیدہ طور پر باہمی معاہدے ہوئے جنکی رو سے وہ ایک دوسرے کے مطالبات پورے کرنے کی پابند تھیں۔ اب جو صلح کی کانفرنس بیٹھی تو اس میں وہی پوشیدہ معاہدے در پیش اور حائل ہوئے۔

صدر ولسن کے لئے یہ معاہدات بہت دقت آمیز تھے کیونکہ انہیں بہت سی شرائط ان کے ۱۴ نکات کے پروگرام میں حائل ہوتی تھیں۔ بالآخر صدر ولسن نے ان معاہدات کو بڑی حد تک اس شرط پر تسلیم کر لیا کہ لیگ اقوام

(لیگ آف نیشنز) کا قیام عمل میں لایا جائے جو آیندہ امن کی ضامن ہو۔ چنانچہ اپریل ۱۹۱۹ء میں لیگ اقوام کا ضابطہ تیار ہو گیا اسکی رو سے مجوزہ لیگ کے دو ایوان تھے ایک تو اسمبلی اور دوسری کونسل۔ اسمبلی میں تمام ممبر ریاستوں کے نمایندوں کے لئے نشستیں تھیں۔ کونسل کے صرف نو ممبر تھے یعنی فرانس۔ برطانیہ۔ امریکہ۔ جاپان اور اٹلی ہر ایک کا ایک نمایندہ اور اس کے علاوہ اسمبلی کے چنے ہوئے چار ممبر۔ دیگر فرائض کے علاوہ کونسل کا یہ کام تھا کہ وہ جنگی سامان کی تگ و دو بند کرے۔ جنگی سامان کا پوشیدہ طور پر تیار کیا جانا قطعی بند کرے۔ اور کوئی ایسی صورت درپیش آئے کہ جنگ کا احتمال ہو تو بیچ میں پڑکر مصالحت کرادے وغیرہ وغیرہ۔ اور کیونکہ لیگ کا مقصد اعلیٰ یہ تھا کہ وہ باہمی اختلافات پرامن طریقوں سے دور کرادے لہٰذا اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایک عدالت عالیہ بھی ہیگ میں قائم کردی گئی لیگ اقوام کا دفتر جنیوا میں قائم کیا گیا۔

جب لیگ اقوام کا ضابطہ تمام نمایندوں نے تسلیم کر لیا تو اب جرمنی کے ساتھ صلحنامہ مکمل کرنے کا راستہ صاف ہو گیا۔ چنانچہ ۷ مئی ۱۹۱۹ء کو ایک مکمل صلحنامہ جرمن نمایندوں کو ورسلیز طلب کر کے پیش کردیا گیا۔ اُن سے کہدیا گیا کہ ان شرائط پر بحث و مباحثہ فضول ثابت ہوگا۔ لہٰذا اگر انکو ان شرائط کے متعلق کوئی اعتراض ہو یا کوئی ترمیم درکار ہو تو وہ تحریر کر کے پیش کردیں۔ لہٰذا جرمن نمایندوں نے اپنے اعتراضات پیش کئے جو کہ اتنے زیادہ وسیع تھے کہ دراصل وہ اتحادیوں کی شرائط کے بجائے جرمنوں کی

تازہ شرائط لکھی جا سکتی ہیں۔ ان اعتراضات کا جواب اتحادیوں کی طرف سے دیدیا گیا اور اپنی شرائط واپس لے لی گئیں اور یہ کہدیا گیا کہ ٹال مٹول سے کام نہیں چلے گا یا تو وہ ان شرائط پر دستخط کر دیں یا جنگ واپس شروع کر دی جائے گی اس کے جواب میں جرمن حکومت نے شرائط پر دستخط کرنا منظور کر لیا۔ چنانچہ ۲۸ ہر جون ۱۹۱۹ء کو صلحنامہ ورسلیز پر فاتح اور مفتوح کے دستخط ہو گئے۔ اتفاق سے یہی دن شہزادہ فرانس فرڈیننڈ کے قتل کا دن تھا جو ۱۹۱۴ء میں بوسینا کے چند نوجوانوں نے کیا اور جو جنگ عظیم کا باعث ہوا۔

صلحنامہ ورسلیز کی رو سے جرمنی نے آلیسس لورین کا علاقہ جو اُس نے ۱۸۷۱ء میں فرانس سے چھینا تھا فرانس کو واپس کر دیا۔ صوبجات پوسن اور مغربی پروشیا کا بیشتر حصہ پولینڈ کے حوالے کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ شمالی شلیسوگ کے کچھ علاقہ اور پروشیا کے مشرقی سرحدی علاقوں کے متعلق یہ تصفیہ کیا گیا کہ وہاں کی رائے عامہ بذریعہ ووٹ طے کرے کہ آیا وہ جرمن حکومت میں رہنے کو تیار ہیں۔ سار کے علاقے میں کوئلے کی کانیں تو فرانس کو ملیں لیکن لیگ اقوام کی جانب سے حکومت کا انتظام ایک کمیشن کے سپرد کیا گیا اور یہ طے کیا گیا کہ پندرہ سال بعد وہاں کے باشندگان کو حق ہوگا کہ وہ رائے عامہ سے طے کریں کہ آیا وہ جرمنی میں ملنا چاہتے ہیں اسی طرح افریقہ اور ایشیا میں جو جرمن نوآبادیات تھیں وہ فاتح ریاستوں میں تقسیم کر دی گئیں۔ ان میں سے چند ریاستوں کو ان نوآبادیات کی مکمل خود مختاری نہیں دی گئی بلکہ یہ حکومت لیگ اقوام کی تابع مرضی تھی اور لیگ چاہتی تو

اس میں تبدیلیاں پیدا کرسکتی تھی۔ اس طرح لیگ اقوام کو ایک زندہ ادارہ بنایا گیا۔ صلحنامۂ ورسلیز کی تعمیل کا کام بھی لیگ اقوام کے سپرد کیا گیا۔

یہ امر بھی نہایت اہم تھا کہ آئندہ امن کو قائم رکھنے کے لئے اسلحہ جات پر پابندی کیجائے اور اتحادیوں کو جو نقصانات قیصر اور اسکی فوجی طاقت کے ہاتھوں ہوئے تھے اسکی تلافی جرمنی کرے۔ چنانچہ جرمنی نے اپنا سارا جنگی سازوسامان اتحادیوں کے حوالے کر دیا۔ اس کا بحری بیڑہ۔ آبدوز کشتیاں توپیں۔ مشین گنیں اور ہوائی جہاز اتحادیوں کے سپرد کر دیئے گئے۔ آئندہ کے لئے جرمنی صرف معمولی بیڑہ رکھ سکتا تھا۔ اب وہ ایک لاکھ سے زائد فوج نہیں رکھ سکتا تھا۔ عام جبریہ فوجی خدمت ہٹادی گئی اور صرف وہی لوگ فوج میں بھرتی کئے جا سکتے تھے جو خود رضامند ہوں۔ اتحادیوں کے نقصان کی تلافی کی غرض سے جرمنی نے " تمام نقصان جو کہ اتحادیوں کی عام پبلک کو اور انکی ملکیت کو جرمنی کی ہوائی۔ سمندری اور فوجی جارحانہ کارروائی سے ہوا" اسکی ذمہ داری اپنے سر لی۔ اس شرط کی رو سے جرمنی پر بہت سا قرضہ ہوگیا۔ اب اسکو تمام اتحادیوں کے جہاز جو اس نے بیرحمی سے آبدوز کشتیوں یا دیگر ذرائع سے تباہ کر دیئے تھے۔ ان کا معاوضہ ادا کرنا تھا فرانس اور بلجیم کے علاقوں میں جو تباہ کاری تھی اسکو بحال کرنا تھا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ فوراً انتظام کر کے بڑی کثیر تعداد میں گائیں۔ گھوڑے۔ بھیڑیں وغیرہ دیگا۔ اس کے علاوہ بڑی تعداد میں سالانہ کوئلہ دیتا رہے گا۔

جرمنی کو جنگ سے آئندہ باز رکھنے کے خیال سے اور اسکی حرکتوں کے

سخت دیکھ بھال رکھنے کی غرض سے اتحادیوں نے دریائے رائن کے مغربی
جانب کے علاقے پر اپنا قبضہ کرلیا اور مشرقی دہانے کے تین اہم پلوں پر بھی
اپنا قبضہ رکھا۔ یہ قبضہ پندرہ سال کے لئے مقرر کیا گیا اور اس کا صرفہ جرمنی
کے ذمہ تھا۔

آسٹریا جو کہ اب صرف ایک چھوٹی سی جرمن ریپبلک رہ گیا تھا اور
جسکی کل آبادی تقریباً ساٹھ لاکھ تھی۔ اس کے لئے صلحنامہ پہلے ہی تیار
ہوچکا تھا اور اس پر ستمبر ۱۹۱۹ء میں بمقام سینٹ جرمین دستخط ہوئے۔ جسطرح
جرمنی کو صلحنامۂ ورسیلیز کے ذریعہ نقصانات کی تلافی کا ذمہ دار تھا۔ اسیطرح
آسٹریا کو بھی صلحنامۂ سینٹ جرمین کے ذریعہ ذمہ دار بنایا گیا۔ اولاً آسٹریا
نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اُسے جرمنی میں ملا دیا جائے مگر کیونکہ اندیشہ تھا کہ
اس الحاق سے جرمنی بہت طاقت پکڑ جائیگا اور پھر امن کے لئے خطرہ ہو
جائے گا اس لئے الحاق کی تجویز مسترد کردی گئی اور آسٹریا سے کہدیا گیا کہ
فی الحال وہ ایک چھوٹی جرمن ریپبلک رہے اور جرمنی میں نہ ملے۔ آخر میں
جو چھوٹی ریاستیں زیکوسلوویکیا جوگوسلیویا اور پولینڈ جو کلی طور پر یا جن کا
کچھ حصہ ہیپسبرگ سلطنت کے حصے لے کر قائم کی گئیں تھیں اور جو اب
خود مختار بنادی گئی تھیں۔ انکو آسٹریا کے مختلف حصے حوالے کردیئے گئے۔
اسی طرح اٹلی اور رومانیہ کو حصہ دیا گیا۔

رہائن لینڈ
(پر)
جبریہ قبضہ

۸۲

رہائن لینڈ پر جبریہ قبضہ

ہٹلر نے برسراقتدار ہوتے ہی تمام معاہدے توڑنا شروع کر دیئے۔ دراصل اس کے عروج کے آغاز سے ہی وہ دور شروع ہوتا ہے جب ایک طرف برطانیہ اور فرانس نے محض امن قائم رکھنے کے لئے ضبط اور تساہل کی پالیسی اختیار کی اور دوسری طرف جرمنی نے ہٹلر کی قیادت میں جبر و تشدد اور ملک گیری کا پروگرام عملاً شروع کیا۔ اُس کے پیش نظر صرف ایک چیز تھی کہ جرمنی کو کس طرح دنیا کی سب سے زبردست طاقت بنا دیا جائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ بہت کم انگریز مدبرین اور سیاست داں لوگوں نے ہٹلر کی خود نوشتہ سوانح "مین کانف" کا بغور مطالعہ کیا ہٹلر اپنے ہولناک ارادے پورے طور پر ظاہر کر چکا تھا اس نے لکھ دیا تھا۔

"یا تو ہمیں دنیا کی ایک زبردست طاقت بننا چاہئے یا ہمیں مٹ جانا چاہئے۔" "مین کانف"

اسی طرح وہ لکھ چکا تھا۔

"اے کاش! اجرمن لوگ صرف متحد ہی ہو جاتے تو آج تمام دنیا پر جرمن حکومت ہوتی۔"

وہ اپنی جنگجو فطرت کا بھی اظہار کر چکا تھا جس کو مختصراً اسطرح بیان کیا جا سکتا ہے

مرکزی یورپ ۱۹۱۸ء تا ۱۹۳۹ء

ڈنمارک
مشرقی
پرشیا
پولینڈ
ہالینڈ
برلن
پراگ
بوہیمیا
سلوواکیہ
ہنگری
آسٹریا
میونخ
اٹلی
یوگوسلاویہ
سوئٹزرلینڈ
کوئلے کے رقبے
صنعتی علاقے
درآمد فی صدی کا

جرمنی
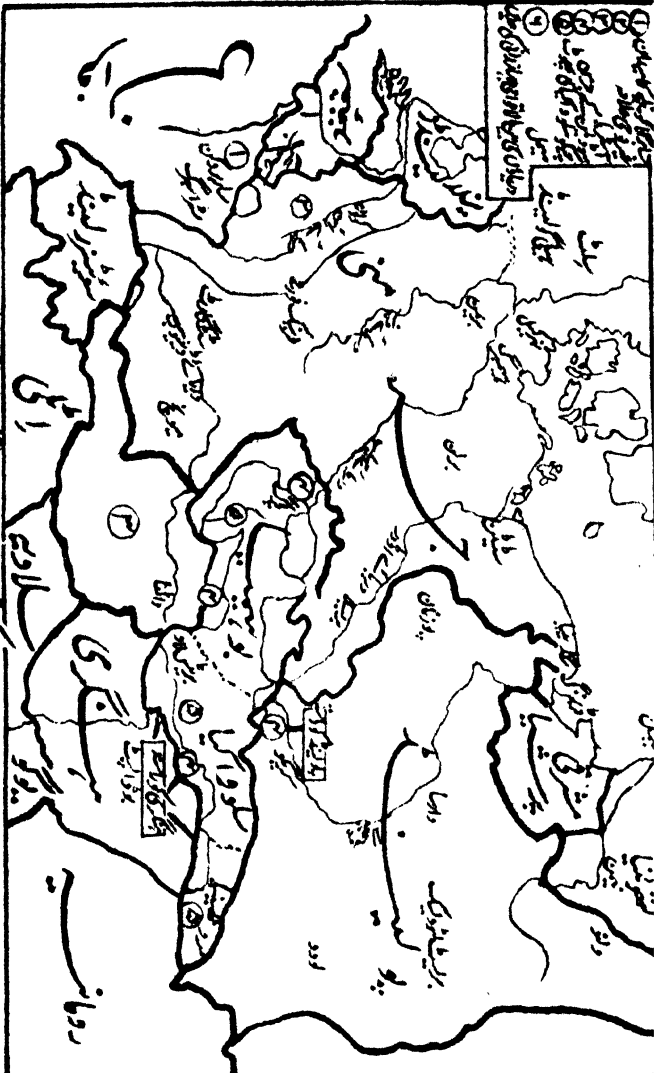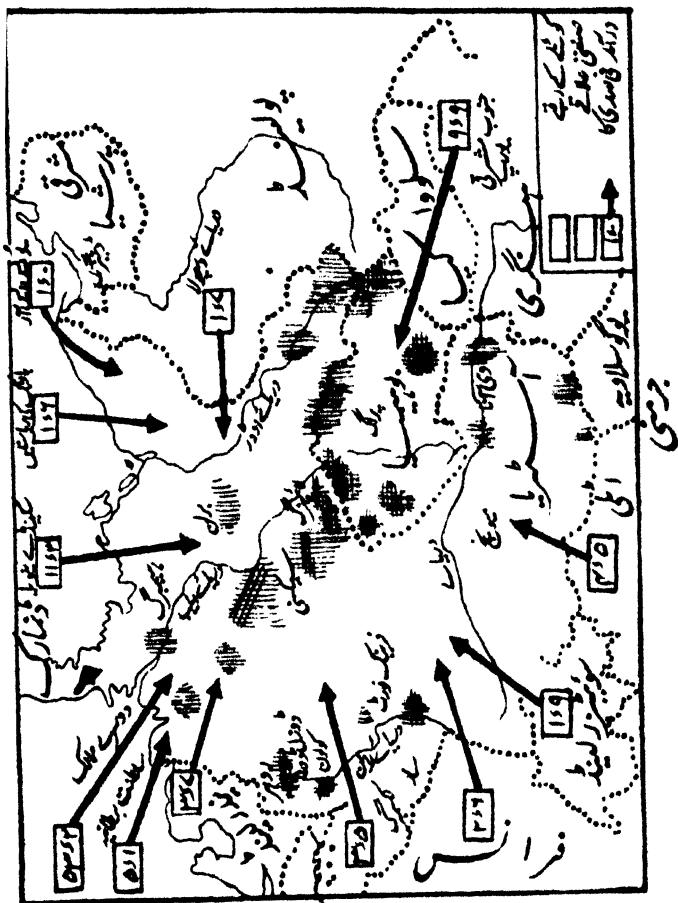
انسان ایک لڑنے والا جانور ہے۔ اس لئے قوم ایک لڑنیوالی جماعت ہے۔ ایک ملک یا قوم جو لڑنا بند کردے اس کی بربادی یقینی ہے امن پسندی سب سے مہلک گناہ ہے کیونکہ امن پسندی کے معنی ہی یہ ہیں کہ قوم لڑنا بند کردے اور اس طرح فنا ہوجائے۔ صرف وحشی قوت ہی ایک قوم کی بقا کی ضامن ہوسکتی ہے۔ اسی لئے فوجی نظام کی ضرورت ہے قوم کو لڑنا چاہئے۔ جو قوم آرام کرتی ہے وہ ناکارہ ہوکر تباہ ہوجاتی ہے۔"

ملک گیری کی ہوس صلحنامۂ ورسلیز کی موجودگی میں پوری نہیں ہوسکتی تھی اس صلحنامہ کی رو سے نہ تو جرمنی کوئی ہوائی فوج رکھ سکتا تھا نہ ایک لاکھ سے زیادہ بری فوج ہی رکھ سکتا تھا۔ جرمنی میں جبریہ فوجی تعلیم کا انسداد کردیا گیا تھا۔ رہائن لینڈ پر اتحادیوں نے اپنا قبضہ کر رکھا تھا اور اپنی فوجی طاقت بھی وہاں رکھدی تھی اور یہ قرار پایا تھا کہ جرمنی رہائن لینڈ میں نہ تو کوئی فوج رکھے گا اور نہ کسی قسم کے قلعہ جات وغیرہ تعمیر کریگا۔

ہٹلر نے طاقت حاصل کرلینے کے فوراً ہی بعد یہ تہیہ کرلیا تھا کہ ان تمام پابندیوں کو توڑا جائے۔ جہاں تک فوجی طاقت پیدا کرنیکا سوال تھا اس کو زیادہ دقت کا سامنا نہیں ہوا۔ کپتان ر وہم کی تیار کی ہوئی پینتیس ۳۵ لاکھ فوج اسکو مل گئی تھی۔ اب اس نے صلحنامہ کی شرائط کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خفیہ طور پر ہوائی جہاز اور جنگی سامان کے کارخانے کھولدیئے جہاں جرمنی کے لاکھوں بیکار لوگ دن رات کام کرنے لگے اور انسانوں کو

موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے نئے اور انوکھے ساز و سامان بنانے لگے، کچھ تو حکومت برطانیہ جنگ عظیم کے بعد رفتہ رفتہ جرمنی کی قانونی خلاف ورزیوں سے چشم پوشی کرنے لگی اور امن کو جنگ پر ہر حالت میں ترجیح دیتی رہی اور کچھ جرمنی اپنی کارروائیوں کو پوشیدہ رکھتا رہا۔ برطانیہ کی اسی امن پسند پالیسی کا نتیجہ تھا کہ جب مسولینی نے نہتے اور بے گناہ حبش پر بمباریاں کرکے حبشہ والوں کو ہلاک کیا تو برطانیہ نے کوئی مداخلت نہیں کی یہ اسی پالیسی کا نتیجہ تھا کہ جب اطالوی مارشل بیڈگلیو ایک فاتحانہ شوکت سے ایک سفید گھوڑے پر سوار ہو کر حبشہ کے دارالسلطنت ادیس ابابا میں داخل ہوا ٹھیک اسی وقت حبشہ کا جائز شہنشاہ ہیلی سلاسی صعوبتیں اٹھاتا ہوا بدقت تمام فلسطین کی سرزمین میں کس مپرسی کی حالت میں داخل ہوا۔ یہ اسی امن پسند پالیسی کا نتیجہ تھا کہ اسپین کی خانہ جنگی میں جرمنی اور اٹلی کی فوجی جماعتوں نے کھلے بندوں حصہ لیا لیکن برطانیہ خاموش رہا۔ اسی طرح اور کئی واقعات میں جن میں اس پالیسی سے متاثر ہو کر کام لیا گیا۔ مثلاً معاہدہ ورسلیز میں سار کے علاقے کے متعلق طے پایا تھا کہ پندرہ سال تک وہ بین الاقوامی کمیشن کے تحت میں رہے اور اس عرصے کے بعد رائے عامہ کے ذریعہ معلوم کیا جائے کہ آیا وہ جرمنی میں ملجانا چاہتے ہیں یا نہیں۔ یہ برطانیہ کی صلح جوئی کا نتیجہ تھا کہ جب جرمنوں نے رائے عامہ اپنے حق میں کرنے کیلئے طرح طرح سے پروپگنڈا شروع کیا تو اس پروپگنڈے کو روکنے کا کوئی قدم نہ اٹھایا گیا کیوں کہ جرمنی نے اس وقت فرانس کو یقین دلایا تھا کہ

وہ سار کے علاقے کو حاصل کرکے قطعی مطمئن ہوجائے گا لہذا برطانیہ اور فرانس جرمنی کے پروپگنڈے کے قطعی مزاحم نہ ہوئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ سار کے علاقے نے اس پروپگنڈے سے متاثر ہو کر رائے عامہ کے ذریعہ ظاہر کردیا کہ وہ جرمنی میں ملا دیا جائے۔

یہ وہ دور تھا کہ ایک طرف چشم پوشی۔ فراخدلی اور صلح جوئی سے کام لیا جارہا تھا مگر دوسری طرف ملک گیری کی ہولناک بھوک تھی جو بجائے مٹنے کے سرعت کے ساتھ تیز ہوتی جارہی تھی۔ برطانیہ کی مختلف وزارتوں نے اپنی امن پسند پالیسی تغافل اور تساہل کی بناء پر یہ خیال کیا کہ جب مناسب سمجھیں گے جرمنی کو خاموش کردیں گے جو لوگ ان سے کہتے تھے کہ انکا یہ خیال غلط ہے اور جرمنی کبھی مطمئن نہ ہوگا تو ایسے لوگوں کا مذاق اڑایا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ یہ لوگ خواہ مخواہ مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں مسٹر چرچل بارہا دارالعوام میں کھڑے ہو کر کہتے رہے اور مختلف وزارتوں سے اپیل کرتے رہے کہ ملک کو آنے والے طوفان کے لئے تیار کیا جائے لیکن ان پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ ان کا قیاس قطعی ناقص ہے وہ گپ بازی پر بھروسہ کرتے ہیں وہ جنگ کرانا چاہتے ہیں۔

"ہٹلر کے برسر اقتدار ہونے کے بعد تین سال کے اندر اندر جرمنی نے ایک ارب پچاس کروڑ پونڈ صرف جنگی تیاریوں کیلئے خرچ کردیا ہے"

مسٹر چرچل نے ۱۰ مارچ ۱۹۳۶ء کو دارالعوام میں انکشاف کیا۔ صرف ایک ہی سال یعنے ۱۹۳۵ء میں جرمنی نے ساٹھ کروڑ سے اسی کروڑ

پونڈ تک جنگی سامان کے لئے صرف کیا ہے۔

اس بیان پر برطانیہ کے اخباروں اور سیاست داں لوگوں نے شدید نکتہ چینی کی اور مسٹر چرچل پر طرح طرح کے آوازے کسے گئے۔ مشہور پروفیسر ولیم بون نے رسالہ "انیسویں صدی اور اس کے بعد" میں جو اس بیان کی نکتہ چینی کی وہ ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کیجاتی ہے۔ انہوں نے لکھا

"اگر کوئی ملک تین سال کے اندر ایک ارب پچاس کروڑ پونڈ جنگی تیاری پر صرف کردے تو اس تیاری کے لئے ایک ایسی زبردست صنعتی کوشش کی ضرورت ہے جو پوشیدہ نہیں رکھی جا سکتی اور یقیناً اس کا اظہار مالیات یا صنعتی حسابات میں ہونا چاہئے۔ کیونکہ مذکورہ رقم برطانیہ کی کل سالانہ مالیات کی رقم سے تقریباً دگنی ہے اور یہ جنگی تیاری بغیر جرمنی کی لوہے اور فولاد کی صنعت کو درہم برہم کئے ہوئے نہیں کیجا سکتی لیکن ظاہر ہے کہ سوائے مسٹر چرچل کے خواب کے یہ صنعت جرمنی میں کہیں درہم برہم نہیں پائی جاتی۔ اس لئے مسٹر چرچل کا بیان قطعی مبالغہ آمیز اور ناقابل اعتبار ہے۔"

غرض کہ برطانیہ کے اسی تجاہل عارفانہ کا فائدہ ہٹلر برابر اٹھا رہا تھا۔ اور دوسری طرف برطانوی حکومت صلح جوئی کے اصول کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھی۔ اسی اصول کا فائدہ ہٹلر نے پھر اٹھایا اور جرمنی میں فوجی تعلیم لازمی کردی اور اس اہم قدم کی جانب سے برطانیہ کی توجہ ہٹانے کیلئے اس نے برطانیہ سے گفت و شنید شروع کردی جس کی رو سے اس نے

برطانیہ کو ایک زبردست بحری طاقت تسلیم کر لیا۔ اب وقت آ گیا تھا کہ جرمنی کو دنیا کی سب سے زبردست طاقت بنانے کے پروگرام کو عمل میں لایا جائے یہ ذکر پہلے کیا جا چکا ہے کہ رہائن لینڈ کا علاقہ صلحنامۂ ورسلیز کی رو سے اتحادیوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا اور جرمنی کو وہاں فوج رکھنے اور فوجی تعمیرات کرنے سے روک دیا گیا تھا۔ لیکن ہٹلر کے مقاصد کے لئے اس علاقے کو جرمنی کے قبضہ میں لینا نہایت ضروری تھا کیونکہ جب تک رہائن لینڈ جرمنی کے قبضہ میں نہ آ جائے جرمنی خود کو فرانس کی سمت محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔

ہٹلر کا اصول رہا ہے کہ پہلے فریق مخالف کو اپنے صحیح ارادوں سے مغالطہ میں رکھا جائے اور کسی موزوں لمحہ پر اپنا پردہ پھینک کر حریف پر یکلخت حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس موقع پر رہائن لینڈ پر قبضہ کرنے کے ارادے کو اس نے پوشیدہ رکھا اور برطانیہ اور فرانس پر اپنی صلح جوئی کا غلط اثر ڈالنے کے لئے اس نے جنوری ۱۹۳۴ء میں پولینڈ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔۔ اس وقت ڈنزگ کے آزاد شہر اور کوریڈر کے متعلق یہ عام طور سے خیال کیا جاتا تھا کہ یہ مقامات آئندہ جنگ کے خطرات کے باعث بنینگے۔ اس ۱۹۳۴ء کے عہدنامے کی رو سے ہٹلر نے پولینڈ سے وعدہ کیا کہ جرمنی کم از کم دس سال تک صلحنامۂ ورسلیز کی قائم کی ہوئی حدود کی عزت کرے گا۔ لندن اور پیرس میں اس نئے عہدنامے کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ ہٹلر فریب کاری میں کامیاب ہوا۔ یورپ کی توجہ

رہائن لینڈ کے مسئلہ کی طرف سے ہٹ گئی۔ لوگ ہٹلر کی امن پسندی اور دانشمندی کی تعریف کرنے لگے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ٹھیک اسی وقت جرمنی کے کارخانے سامان جنگ تیار کرنے میں شب و روز کام کر رہے تھے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ رہائن لینڈ پر قبضہ کرنے کی ہوس کی آگ برابر ہٹلر کے دل میں جل رہی تھی اس اہم علاقے میں زبردست فوج رکھنا اور وہاں ناقابل تسخیر قلعہ جات تعمیر کرانا وہ اپنا سب سے اہم کام سمجھے ہوئے تھا وہ یہ چاہتا تھا کہ یہ سب کام بغیر برطانیہ اور فرانس کی فوجی طاقت کو مشتعل کئے ہوئے انجام دے۔ اور اسی مقصد سے برطانیہ اور فرانس کی پبلک اور سیاست داں لوگوں پر صلح جوئی کا غلط اثر ڈالنے کی نیت سے اس نے یہ معاہدہ پولینڈ سے ڈنزگ اور کوریڈر کے متعلق کیا۔

یہاں یہ بھی بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی کو زیادہ سے زیادہ مطمئن کرنے کی غرض سے اور صلحنامہ ورسلیز کی چند سخت شرائط ہٹانے کے لئے اکتوبر ۱۹۲۵ء میں معاہدہ لوکارنو عمل میں لایا گیا۔ یہ معاہدہ صلحنامہ ورسلیز کی طرح جرمنی کی غیر موجودگی میں نہیں ہوا بلکہ اس عہدنامے کی تمام کارروائی میں جرمنی بحیثیت ایک برابر کی طاقت کے شامل کیا گیا اور جرمنی نے تمام بحث و مباحثے میں آزادانہ حصہ لیا۔ عہدنامہ لوکارنو کی رو سے جرمنی کو بہت سی رعایتیں دیدی گئیں جس میں سب سے زبردست رعایت یہ کہی جا سکتی ہے کہ اتحادی طاقتوں نے وعدہ کر لیا کہ وہ اپنی فوجیں جرمن علاقوں سے صلحنامہ ورسلیز کی مقرر کی ہوئی تاریخوں سے پہلے

ہٹالینگی اِن رعایتوں کے بدلے میں جرمنی نے وعدہ کیا کہ وہ صلحنامۂ ورسلیز کی دفعات ۴۲ اور ۴۳ پر پوری طرح سے عمل کرتا رہے گا۔ ان دفعات میں یہ تحریر تھا کہ "رہائن لینڈ کا علاقہ مستقل طور پر غیر مسلح رہے گا اور وہاں جرمنی کوئی فوجی تعمیرات نہ کرے گا۔" معاہدہ لوکارنو کے ذریعہ جرمنی۔ برطانیہ اور فرانس کے تعلقات کچھ حد تک خوشگوار ہو گئے۔ اب ہٹلر کو یہ دقت تھی کہ اولاً تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ رہائن لینڈ صلحنامۂ ورسلیز کی جبریہ شرائط کے ذریعہ غیر مسلح اور نہتہ کیا گیا کیونکہ صلحنامۂ ورسلیز کے چھ سال بعد معاہدۂ لوکارنو میں جرمنی نے اپنی آزاد رائے سے بحیثیت ایک برابر طاقت کے آزادانہ طور پر اس شرط کو منظور کر لیا تھا۔ دوسری دقت یہ تھی کہ وہ جانتا تھا کہ رہائن لینڈ پر قبضہ کر لینا اور وہاں فوجی تعمیرات کرا دینا یورپ کی حفاظت کے لئے اتنا خطرناک ہوگا کہ برطانیہ اور فرانس جیسا کہ ان پر معاہدۂ لوکارنو کی رو سے لازم تھا ضرور فوجی مداخلت کریں گے وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر برطانیہ اور فرانس اس وقت فوجی مداخلت کرتے تو جرمنی اس حملے کی تاب نہ لا سکتا تھا۔

لیکن ہٹلر نے سوچ لیا تھا کہ اس کے مقصد میں یہ باتیں حائل نہ ہونگی اور اس کا یقین تھا اور صحیح یقین تھا کہ برطانیہ اور فرانس کے لوگ امن پسندی کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ وہ معاملے کی اہمیت سمجھنے کی کوشش نہیں کریں گے اور جنگ کرنے کے لئے آمادہ نہ ہونگے اسی لئے اس نے اپنے فوجی افسران کی رائے کے خلاف رہائن لینڈ پر قبضہ کرنے کی ٹھان لی

اور اس موقع پر برطانیہ اور فرانس کی رائے عامہ کو مزید مغالطہ دینے کی غرض سے اس نے پھر وہی اپنی پرانی چالیں شروع کیں۔ اس نے کہا کہ وہ اس بات کے لئے نہایت فکرمند ہے کہ برطانیہ اور فرانس سے دوستانہ گفت و شنید اس امر کے لئے شروع کرے کہ رہائن لینڈ کی موجودہ شرائط میں ترمیم کیجائے اور ساتھ ہی ایک معاہدہ کی تکمیل کی خواہش کی کہ آئندہ کسی جنگ کے دوران میں کوئی ملک دشمن پر ہوائی جہازوں سے بمباریاں نہ کرے لیکن ہنوز یہ گفت و شنید جاری تھی اور معاملہ زیر بحث تھا کہ ۷ مارچ ۱۹۳۶ء کو سنیچر کی صبح جرمن فوجیں ایک سیلاب کی طرح رہائن لینڈ میں داخل ہوگئیں افسوس کہ ان فوجوں کا کوئی مزاحم نہ ہوا۔ اور وہ آزادی کے ساتھ سارے رہائن لینڈ کے علاقے پر قابض ہوگئیں برطانیہ اور فرانس نے ضبط اور تحمل سے کام لیا اور معاہدے کی اس صریح خلاف ورزی کو خاموشی سے دیکھتے رہے۔

بعد میں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہٹلر نے ان فوجوں کے کمانڈروں کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر ان فوجوں کی پیشقدمی کا ذرا بھی مقابلہ کیا جائے تو یہ فوجیں فوراً واپس لوٹ آئیں لیکن یورپ امن پسندی کی میٹھی نیند سو رہا تھا اسی روز برلن میں ہٹلر نے ایک تقریر کے ذریعہ کہا کہ کیونکہ فرانس اور روس میں ایک معاہدہ ہوچکا ہے لہٰذا معاہدۂ لوکارنو اب منسوخ سمجھا جائیگا اور اسی وقت اس نے اس خیال سے کہ کہیں برطانیہ اور فرانس اب بھی رہائن لینڈ پر جارحانہ کارروائی کے خلاف کارروائی کریں اور اس غرض سے کہ برطانیہ اور فرانس کی رائے عامہ متاثر ہو کر خاموش ہوجائے دنیا کو یقین

دلایا کہ (۱) کم از کم پچیس سال تک جرمنی امن قائم رکھے گا۔ (۲) جرمنی
بین الاقوامی لیگ میں شامل ہونے کو تیار ہے (۳) جنگ کی حالت میں
ہوائی حملوں کے بارے میں پابندیاں قائم کردی جائیں برطانیہ اور فرانس
کے عام لوگ جو رہائن لینڈ کے جابرانہ قبضہ سے مشتعل ہوگئے تھے اس فریب
آمیز پیشکش سے مطمئن ہوگئے اور کہنے لگے کہ اب سب ٹھیک ہوگیا ہے
انگلستان کے مشہور نیم سرکاری اخبار ٹائمز نے بھی عوام کو یقین دلایا کہ تشویش
کی ضرورت نہیں۔

دراصل رہائن لینڈ پر قبضہ کرلینے سے ہٹلر نے وہ کام کیا جو بعد میں
جرمنی کی زبردست طاقت حاصل کرلینے کا ایک اہم باعث ہوا۔ اس علاقے
میں زبردست فوجی تعمیرات اور قلعہ جات بنائے گئے اور جرمنی کو مغربی
جانب کے حملے سے قطعی محفوظ کردیا گیا ادھر مشرق میں جرمنی روس سے
گفت وشنید کرکے اسے اپنا ہمخیال بنالیا اور اس طرح اس جانب سے بھی
خود کو محفوظ کرلیا۔

ایک انگریز مصنف لکھتے ہیں :۔

"میں آج افسوس کے ساتھ وہ اثر جو رہائن لینڈ پر قبضہ کرلینے سے
دارالعوام پر ہوا یاد کرتا ہوں۔ مخالف پارٹی باوجود اس حملے سے
مشتعل ہوجانے کے ہٹلر کی اس پیشکش سے کہ جرمنی بین الاقوامی
لیگ میں شامل ہونے کو تیار ہے۔ مطمئن اور خوش ہوگئی قدامت پسند
پارٹی کے لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ دراصل رہائن لینڈ کا قبضہ میں

لیا جانا جرمنی کی امن پسند پالیسی کا ثبوت ہے؟

صحیح تو یہ بات ہے کہ انگلستان کے سیاست داں لوگوں نے اپنی امن پسندی اور صلح جوئی سے مغلوب ہو کر اس معاملے کی نزاکت سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ جب ایک دفعہ ہٹلر مغرب کی طرف سے محفوظ ہو جائے گا تب وہ آسٹریا۔ زیکو و یکیا اور پولینڈ کو ہضم کر جائے گا۔ انہوں نے اپنی امن پسندی اور فراخدلی کی وجہ سے اس پر غور نہیں کیا کہ ہٹلر روس سے معاہدات کرلے گا۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ ہٹلر اٹلی سے سازباز کر کے خود برطانیہ کو خطرے میں ڈالدیگا گو ہٹلر کے لئے مارچ ۱۹۳۶ء بہت خوشگوار وقت تھا کہ جب اس نے اپنے فوجی افسران کی رائے کے خلاف بغیر کسی نقصان برداشت کئے ہوئے رہائن لینڈ پر قبضہ کر لیا اور اپنی ایک دیرینہ خواہش کو پورا کیا یہی وہ علاقہ تھا جسکے متعلق وہ اپنی سوانح عمری میں ۱۹۲۳ء ہی میں تحریر کر چکا تھا

"اس علاقے کے حصول کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کی ضرورت ہے
خواہ ہمیں ایک زبردست جنگ کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔"

رہائن لینڈ کے جبریہ قبضہ نے ہٹلر کی تشدد آمیز پالیسی اور برطانیہ کی صلح جوئی کا پورا انکشاف کر دیا جو پیشکش اس نے آئندہ کی بابت پیش کی تھی اسکا اب کوئی تذکرہ نہیں تھا دراصل اسکا مقصد تو برطانیہ اور فرانس کی پبلک کو مغالطہ دیکر رہائن لینڈ پر قبضہ کر لینے کی مخالفت کو فرو کرنا تھا اسکا مقصد پورا ہو گیا لہذا جب، مئی کو ملک معظم کی حکومت نے ہٹلر سے دریافت کیا کہ اسکی پیشکش کا کیا ہوا تو ہٹلر نے جواب دینے کی تکلیف برداشت نہ کی

آسٹریا کس طرح جرمنی میں ملا لیا گیا؟!

آسٹریا کس طرح جرمنی میں ملا لیا گیا؟

رہائن لینڈ پر جبراً قبضہ کر لینے پر ہٹلر نے دنیا کو خاموش کرنے کیلئے اسی روز ، ۷ مارچ ۱۹۳۶ء کو اعلان کر دیا :-

"جرمنی یورپ کے امن کو کبھی نہیں توڑے گا۔ جرمنی کو دیگر طاقتوں کے برابر بنانے کی جد و جہد میں آج ختم اور مکمل سمجھتا ہوں۔ اب ہم یورپ میں زمین حاصل کرنے کا کوئی مطالبہ نہیں رکھتے ۔"

لیکن جب اس نے دیکھا کہ برطانیہ اور فرانس اور دیگر طاقتوں نے رہائن لینڈ پر قبضہ کر لینے کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھائی تو اسکی حریص نگاہیں اب آسٹریا پر پڑنے لگیں۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہٹلر آسٹریا ہی میں پیدا ہوا تھا۔ آسٹریا کو جرمنی میں ملا دینے کی خواہش اس کے دل میں بیتاب تھی وہ اپنی سوانح "مین کامف" کی ابتدا ہی ان الفاظ سے کرتا ہے :-

"یہ میرے لئے آج بھی باعث فخر ہے کہ قسمت نے براناؤ کو میرا مقام پیدائش مقرر کیا۔ یہ چھوٹا قصبہ دو جرمن ریاستوں (یعنی جرمنی اور آسٹریا) کی سرحد پر واقع ہے جن کو ہر ممکن ذریعہ سے واپس ملا دینے کا کام ہم نوجوان اپنے لئے فرض سمجھتے ہیں۔ جرمن آسٹریا کو اپنی مادر وطن جرمنی میں واپس شامل ہونا پڑے گا۔ لیکن اقتصادی وجوہات سے نہیں۔ نہیں نہیں یہ الحاق اس نقطۂ نظر سے ناقابل توجہ ہے نہیں

بلکہ اگر یہ الحاق مضر بھی ہو تب بھی ہو جانا چاہئے۔ ایک قسم کا خون غرض
ایک ہی ریاست کی ملکیت ہونا چاہئے جرمن لوگوں کو کوئی حق
نہیں کہ وہ اس وقت تک نوآبادیات کی فکر کریں جب تک کہ خود
ان کی اولاد ایک ہی ریاست میں جمع نہو جائے جب تک کہ جرمنی
کی حکومت اپنی سرحد میں ایک ایک جرمن کو شامل نہ کرلے اور ہر
جرمن کی پرورش کرنے کے قابل نہو جائے اس وقت تک جرمنی کو
اخلاقی حق نہیں کہ وہ بیرونی ممالک میں ملکیت حاصل کرے جبکہ خود
اس کے لوگ مزدور تمند ہوں اس لئے یہ چھوٹا سا سرحدی قصبہ میرے
لئے ایک بڑی زبردست مہم کا نمونہ ہے کیا ہم ویسے ہی نہیں جیسے کہ
دوسرے تمام جرمن لوگ ؟ کیا ہم سب ایک (ریاست) ہی کی
ملکیت نہیں ؟"

لیکن آسٹریا کو جرمن میں ملا دینا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

(۱) صلحنامہ سینٹ جرمین کے وقت ہی جرمنی اور آسٹریا کے الحاق کو
روک دیا گیا تھا۔

(۲) دفعہ ۸۰ صلحنامہ ورسلیز میں درج تھا "جرمنی آسٹریا کی آزادی
تسلیم کرتا ہے اور اس آزادی کی پوری عزت کرتا رہے گا۔ جرمنی یہ بھی تسلیم
کرتا ہے کہ یہ آزادی لیگ اقوام کی کونسل کی رضامندی کے بغیر ہرگز
نہ ہٹائی جائے گی۔

(۳) یورپ کی قوتیں۔ اٹلی، فرانس، برطانیہ کبھی یہ برداشت

نہ کر سکتے تھے کہ آسٹریا کو جرمنی میں ملا دیا جائے ہٹلر کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر وہ ایسی کوشش کرے گا تو اس کی سخت مخالفت ہوگی جس میں ممکن ہے کہ ایک خوفناک جنگ کا سامنا کرنا پڑے۔

(۴) ہٹلر نے خود ۲۱ مئی ۱۹۳۵ء کو یہ کہا تھا " جرمنی کا یہ ارادہ نہیں اور نہ اسکی خواہش ہے کہ وہ آسٹریا کے اندرونی انتظامات میں دخل دے یا آسٹریا کو جرمنی میں ملا دے "

ان مشکلات کی موجودگی میں ہٹلر کا مقصد پورا ہونا نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن آسٹریا کو حاصل کرلینا مقصد زندگی سمجھتا تھا اور اسی مقصد پورا کرنیکی غرض سے اس نے طے کیا کہ آسٹریا کے دارالسلطنت ویانا میں نازی پارٹی پورے نظام کے ساتھ قائم کی جائے اسے مضبوط بنایا جائے اور اس کے ذریعہ ملک میں بدامنی پھیلائی جائے۔ یہاں ناظرین کو یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ ہٹلر نے جولائی ۱۹۳۴ء سے مارچ ۱۹۳۸ء تک آسٹریا کی آزادی چھین لینے کی تین کوششیں کیں۔ اول دو کوششوں میں اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی لیکن اپنی آخری جابرانہ کوشش مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۸ء کو وہ آسٹریا کی آزادی کا خون کرنے میں کامیاب ہوگیا ان تین کوششوں کو آسانی سے سمجھنے کی غرض سے علیحدہ علیحدہ بیان کیا جا رہا ہے۔

آسٹریا کی آزادی پر پہلا حملہ
۲۵ جولائی ۱۹۳۴ء

۱۹۳۴ء کا آغاز ہے ہٹلر کے اشاروں سے قائم کردہ ویانا کی نازی پارٹی کچھ طاقت

حاصل کر چکی ہے۔ ہٹلر اس پارٹی کو مال اور اسلحہ جات کی بے پناہ امداد دے رہا ہے۔ معاہدہ ورسلیز کے باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ جنگِ عظیم کے ہاتھوں آسٹریا ایک چھوٹی سی ریپبلک رہ گیا تھا۔ اس کی آبادی ساٹھ لاکھ رہ گئی تھی۔ اس میں سے تقریباً بیس لاکھ لوگ صرف دارالحکومت ویانا میں رہتے تھے۔ یہودی بھی کافی تعداد میں تھے اس وقت ملک میں دو پارٹیاں طاقتور تھیں (۱) کرسچین سوشلیسٹ اور سوشل ڈیموکریٹس۔ ان پارٹیوں کی طاقت اور اقتدار کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آسٹریا کے تقریباً اسی فیصدی ووٹ یہ دونوں پارٹیاں مجموعاً حاصل کر لیتی تھیں لیکن بدقسمتی سے یہ دونوں پارٹیاں آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑتی رہتی تھیں۔ ایک پارٹی دوسری پارٹی کی مخالفت کر کے اُسے کمزور کرنا اپنا نصب العین سمجھے ہوئے تھی۔ تیسری پارٹی جو جرمنی میں آسٹریا کے ملجانے کی موافقت میں تھی اور جو بالآخر نازی پارٹی کے نام سے موسوم ہوئی اس کی طاقت ریاست میں ۱۸ فیصدی ووٹوں کی تھی۔ اول الذکر دونوں با اقتدار پارٹیوں میں نفاق ہونے کی وجہ سے یہ پارٹی برابر قوت پکڑ رہی تھی۔ کرسچین سوشلسٹ اور سوسل ڈیموکریٹس پارٹیاں اسی تیسری پارٹی کو اپنا ہمدرد بنانا چاہتی تھی اور اسی مقصد سے اس پارٹی کی تحریک کو دبانے کی کوشش نہیں کرتی تھیں اس وقت آسٹریا کا چانسلر اینگلبرٹ ڈولفس تھا اُس نے وقت کی ضرورت اور نزاکت کا احساس کیا اور کوشش کی

کہ دونوں طاقتور پارٹیاں متفق ہو جائیں اسی مقصد کے لئے اس نے چاہا
کہ سوشلسٹوں کو دبا دیا جائے۔ مگر جو طریقہ اس نے اختیار کیا اس کے
خلاف نازی پارٹی نے ممالک غیر میں اس انداز سے پروپگنڈا کیا کہ
ڈولفس نے بہت سے ملکوں کی ہمدردی کھو دی مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے
کہ ڈولفس نے جو کچھ کیا محض آسٹریا کی آزادی برقرار رکھنے کیلئے
کیا۔ یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ نازی پارٹی کے پروپگنڈا کا شکار
بن گیا۔ ہٹلر نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اب اس نے اشارہ
کیا کہ ملک میں دہشت انگیزی کی وارداتیں زیادہ سے زیادہ تعداد
میں کیجائیں۔ اس موقع پر یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ ابھی آسٹریا
کی آزادی بچانے کے لئے بہت سے ملک تلے ہوئے تھے جس میں
سے زیادہ خواہش اٹلی کی تھی کہ آسٹریا جرمنی میں نہ ملایا جائے اٹلی
نہیں چاہتا تھا کہ برینر پاس میں جرمنی کی افواج آئندہ آکر رہیں
آسٹریا کو بھی یہ بھروسہ تھا کہ اگر کسی وقت جرمنی نے آسٹریا کے
معاملات میں مداخلت کی یا اس کی آزادی چھین لینا چاہا تو اٹلی اسکی
امداد ضرور کرے گا۔ اسی طرح برطانیہ اور فرانس بھی طے کر چکے تھے
کہ آسٹریا کی آزادی بدستور قائم رہے۔ چنانچہ جب اٹلی نے دیکھا
کہ آسٹریا میں اندرونی بدامنی پیدا کر دی گئی ہے تو وہ خوف زدہ
ہوا اور اس نے آسٹر کے ساتھ ۱۷ مارچ ۱۹۳۴ء کو ایک معاہدہ
کیا جس کی رو سے اٹلی نے خود کو آسٹریا کی آزادی کا محافظ بنا لیا

یہ معاہدہ عام طور سے "روم پروٹوکول" کہلاتا ہے۔ اسیطرح برطانیہ اور
فرانس نے اعلان کردیا کہ آسٹریا کی آزادی صلحنامہ ورسیلیز کی شرائط
کے مطابق قائم رکھی جائے اور کوئی غیر حکومت اس کے اندرونی
معاملات میں دخل نہ دے۔ لیکن ہٹلر نے ان باتوں کی قطعی پرواہ
نہیں کی وہ اپنے ارادے پر بدستور قائم رہا۔ وہ اٹلی۔ برطانیہ۔ اور
فرانس کے تنبیہ آمیز اعلانات سے متاثر نہیں ہوا۔ چنانچہ ۲۵ جولائی
۱۹۳۴ء آسٹریا میں ایک زبردست بغاوت کے لئے منتخب کیا گیا۔
اس روز آسٹریا کے نازیوں نے ویانا کے براڈ کاسٹنگ اسٹیشن پر خونریزی
کرکے قبضہ کرلیا اور خود چانسلر ڈولفس نہایت بے دردی سے نازی
قاتل پلینیٹا اور ہولز ویبر کے ہاتھوں مارے گئے لیکن ٹھیک اسیوقت
اٹلی نے اپنی فوجیں سرحد پر برینیر پاس میں لاکر ڈالدیں تاکہ جرمنی
آسٹریا میں اپنی فوجیں بھیجکر آسٹریا پر قبضہ نہ کرلے۔ خوش قسمتی سے
اس وقت آسٹریا کی فوج نے اپنے ملک کی نمک حلالی کی اور جاں نثاری
کرکے اس بغاوت کو فرو کردیا یہ حالت دیکھکر ہٹلر بہت پریشان اور
شرمندہ ہوا اور دنیا کو مغالطہ دینے کی غرض سے اس نے اپنے سفیر
مقیم ویانا کو برا بھلا کہکر وہاں سے بلالیا اور اس کی جگہ دوسرا
سفیر بھیجا۔ اسیطرح اس نے باغیوں چانسلر ڈولفس کے قاتلوں کی مذمت
کی مگر یہ سب کچھ محض دنیا پر یہ اظہار کرنے کے لئے کیا گیا کہ اس
سازش میں اس کا ہاتھ نہیں ہے لیکن جب مارچ ۱۹۳۸ء میں ہٹلر

مکمل طور پر آسٹریا کو اپنے قبضہ میں لے چکا تو انہیں قاتلوں کو اس نے "جرمن قوم کے مفاد کے لئے شہید ہونے والے" بتلایا ہٹلر کے دوست مسولینی کی "وفاشعاری" اور دوست نوازی" کو بے نقاب کرنے کی غرض سے ڈولفس کے بیدردانہ قتل اور اس کی وصیت کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔

جب ۲۵ جولائی ۱۹۳۴ء کو ہٹلر کے اشارے سے آسٹریا میں اور خصوصاً کارنتیا اور اسٹائریا میں بغاوت کی آگ پھیل گئی تو آسٹریا کے چانسلر ڈولفس اپنے دفتر میں کام کر رہے تھے قاتل پلینٹا اور ہولزویبر دفتر میں داخل ہوئے اور ڈولفس کو بیرحمی سے قتل کر دیا۔ مرنے سے قبل چانسلر ڈولفس اپنے دوست نے سے وصیت کی "میرے دوست مسولینی سے کہنا کہ میرے بعد وہ میری بیوی اور بچوں کی خبر گیری کرتا رہے"۔ لیکن جب ۱۹۳۸ء میں چانسلر اسکشنگ نے استعفیٰ دے دیا اس کے ایک دو گھنٹے بعد جبکہ جرمن افواج سرعت کے ساتھ آسٹریا میں داخل ہو رہی تھیں تو چانسلر ڈولفس کی بیوہ معہ اپنے دو بچوں کے نہایت بیکسی کی حالت میں جان بچانے کے لئے آسٹریا کی سرحد پار کر رہی تھیں اور کچھ ہی عرصہ بعد مسولینی نے جس کو ڈولفس نے مرتے دم اپنی بیوی بچوں کا خبر گیر مقرر کیا تھا اور جو خود کو محافظ آسٹریا ظاہر کرتا تھا۔ ہٹلر کا روم میں اس شان و شوکت کے ساتھ استقبال کیا کہ اسکی مثال بیسویں صدی میں نہیں مل سکتی۔

آسٹریا کی آزادی کے خلاف دوسری سازش

جب جولائی ۳۴ء میں چانسلر ڈولفس مارے گئے تو یہ سوال پیدا ہوا کہ ان کا جانشین کسے بنایا جائے۔ ضرورت تھی کہ کوئی ایسا شخص مقرر کیا جائے جو چانسلر ڈولفس کے نقش قدم پر چلے اور جو ان کی طرح آسٹریا کی آزادی برقرار رکھنے کی پالیسی جاری رکھے۔ چنانچہ ان ہی باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے آسٹریا کے صدر مکلاس نے ڈاکٹر اسکشنگ کو مدعو کیا کہ چانسلری کے عہدے کو سنبھالیں اور نئی حکومت قائم کریں۔

چانسلر اسکشنگ کیونکہ ڈولفس کے ساتھیوں میں سے تھے لہذا ان کی پالیسی کو بخوبی جانتے تھے۔ انہوں نے چانسلر ہوتے ہی اپنا سب سے پہلا فرض یہ سمجھا کہ آسٹریا میں باہمی اتفاق قائم کیا جائے انہوں نے بہت سے شورش پسند اور ناعاقبت اندیش لوگوں کو اقتدار سے ہٹا دیا۔

ادھر ہٹلر کو جب جولائی ۳۴ء میں ناکامیابی ہوئی تو اب اس نے طے کر لیا کہ آسٹریا پر قبضہ کرنے کے لئے نئے اور پوشیدہ طریقے اختیار کئے جائیں۔ چنانچہ اب اس نے سب سے اول اس کام کو ہاتھ میں لیا کہ جرمنی کو بیرونی حملوں سے مکمل طور پر محفوظ بنا دیا جائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر اس نے یورپ کی طاقتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اور

اپنے فوجی افسران کی رائے کے خلاف، ۷ مارچ ۱۹۳۶ء کو رہائن لینڈ پر جبراً قبضہ کرلیا جیساکہ گذشتہ باب میں بیان کیا جاچکا ہے۔ اور وہاں اپنی فوجیں رکھدیں اور زبردست قلعہ جات تعمیر کرا دیئے اسی مقصد کے لئے اس نے روس پر ڈورے ڈالنا شروع کئے اور اسی پروگرام کی تکمیل کے لئے اب اس کو آسٹریا کے سب سے بڑے طرفدار اٹلی کو اپنا ہمخیال بنانا تھا۔

جب مسولینی نے نہتے اور معصوم حبشیوں کے ملک پر بلا کسی وجہ کے حملہ کردیا اور ہولناک بمباریاں کیں۔ بین الاقوامی قانون کی پرواہ نہ کرتے ہوئے زہریلے گیس کا استعمال کیا۔ ریگستان میں بھاگتے ہوئے معصوم اور بے گناہ حبشیوں پر مشین گنوں سے گولیوں کی بوچھاڑ کی حبشی قبیلوں کے سرداروں کو ہوائی جہازوں کے ذریعہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر لیجا کر نیچے گرایا گیا تو برطانیہ اور فرانس نے اپنی ناراضگی ظاہر کی۔ بلکہ فوجی مداخلت کی دھمکی بھی دی۔ ان واقعات کی وجہ سے رفتہ رفتہ برطانیہ۔ فرانس اور دیگر مغربی ممالک کے تعلقات اٹلی سے کشیدہ ہو چلے تھے ہیٹلر نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اٹلی پر ڈورے ڈالنا شروع کیا وہ جانتا تھا کہ آسٹریا پر اکیدم قبضہ کرنے کی اگر کوشش کی گئی تو پہلے کی طرح اٹلی پھر زبردست مخالفت کرے گا۔ چنانچہ ایک طرف تو اٹلی سے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی گئی اور دوسری طرف دنیا کو اور خصوصاً اٹلی کو مغالطہ میں ڈالنے کی غرض سے

ہٹلر نے آسٹریا سے ۱۱ر جولائی ۱۹۳۶ء کو ایک معاہدہ کیا جس کی دیگر پوشیدہ شرائط کے علاوہ یہ شرطیں بھی تھیں:-

(۱) جرمنی آسٹریا کی فیڈرل حکومت کی مکمل خود مختاری تسلیم کرتا ہے۔

(۲) جرمنی وعدہ کرتا ہے کہ وہ براہِ راست یا کسی طریقے سے آسٹریا کے اندرونی معاملات میں اثر انداز نہ ہوگا۔ دوسری طرف (۱) آسٹریا نے خود کو ایک جرمن نسل کی ریاست تسلیم کیا لیکن آسٹریا نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ یہ معاہدے کسی طرح آسٹریا اور اٹلی کے تعلقات میں مخل نہونگے۔ (۲) آسٹریا نے اجازت دیدی کہ اس کی حدود میں نازی پارٹی کے قیام اور اُس کے پروپیگنڈے میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا کی جائیگی۔ بشرطیکہ نازی پارٹی پروپیگنڈے کے ذریعے آسٹریا کے لوگوں پر اثر ڈالنے کی کوشش نہ کرے۔

(۳) آسٹریا نے تمام نازی مجرموں کو عام معافی دیدی۔

اس نئے معاہدے کے ذریعے اس دفعہ ہٹلر اپنی فریب کاری میں کامیاب ہوا اور اس معاہدے سے اٹلی اور جرمنی کے تعلقات بڑی حد تک خوشگوار ہو گئے۔ اٹلی اب خیال کرنے لگا کہ جرمنی برینر پاس میں اپنی افواج نہ لائے گا اور نہ اس کے بندرگاہ ٹریسٹی کو کوئی خطرہ پیدا ہوگا چھٹے دن ہی جنرل فرانکو نے جرمنی اور اٹلی کی امداد سے اسپین میں علم بغاوت بلند کیا اور یہ نئے دوست (اٹلی اور جرمنی) بغاوت اور خانہ جنگی میں فرانکو کے طرفدار بنکر حصہ لینے لگے مگر زبان سے خود کو غیر جانبدار کہتے رہے۔ برطانیہ اور فرانس نے اس وقت بھی

ضبط سے کام لیا اور با دل ناخواستہ بین الاقوامی قانون کی یہ صریح
خلاف ورزی دیکھتے رہے اور محض امن برقرار رکھنے کی نیت سے
اٹلی اور جرمنی کے مزاحم نہ ہوئے رفتہ رفتہ اٹلی اور جرمنی کا ربط ضبط بڑھتا
گیا اور اسی سال کے موسم خزاں میں انہوں نے "اینٹی کمنٹرن پیکٹ"
کے ذریعہ جاپان کو بھی اپنا دوست بنا لیا۔ ہٹلر نہ صرف اٹلی کو ہی فریب
دینے میں کامیاب ہوا بلکہ خود برطانیہ جولائی ۱۹۳۶ء کے معاہدے سے
مغالطہ کا شکار رہا۔ انگلستان کے مشہور نیم سرکاری اخبار ٹائمز نے اپنی
اشاعت مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۳۶ء میں لکھا:-

"ہر ہٹلر نے ایک دفعہ اور مفید پالیسی کا کام کیا ہے جس پر یقیناً
اس کو مبارکباد دی جانی چاہئے۔ اس کے ساتھ آسٹریا کی حکومت نے
اپنی رضا و رغبت سے معاہدہ کیا ہے اس لئے یہ معاہدہ وسطی یورپ
کو طاقتور بنانے۔ امن قائم کرنے، اقتصادی حالت سدھارنے اور
جرمن قوم کی دو شاخوں میں ایک مستقل تصفیہ کی راہ ہموار کرنے میں
امداد کرے گا۔"

ہٹلر کا افسوں کامیاب ہوا۔ اٹلی اور جاپان اس کے دوست اور
ہم خیال بن چکے تھے۔ دوسری طرف روس سے ساز باز جاری تھی۔
رہائن لینڈ پر جرمنی کا قبضہ ہو چکا تھا۔ جرمنی بڑی حد تک محفوظ ہو گیا
تھا۔ اب مناسب وقت تھا کہ آسٹریا کو قبضے میں لے لیا جائے میدان
صاف تھا۔ جولائی ۱۹۳۶ء کے معاہدے کے ذریعہ آسٹریا میں نازی پارٹی

دن دونی اور رات چوگنی ہونے لگی اس کی امداد کے لئے جرمنی سے بے شمار روپیہ آنے لگا۔ فوراً سات آدمیوں کی ایک کمیٹی بنائی گئی اور ڈاکٹر لیو پولڈ ٹاوس اس کا سکرٹری مقرر ہوا۔ یہ کمیٹی اب نازی تحریک کا مرکز بن چکی تھی۔ چنانچہ ہٹلر کے ڈپٹی ہر روڈولف ہیس (جو اب انگریزوں کے ہاتھ مقید ہیں) کی جانب سے ڈاکٹر ٹاوس کے نام ہدایات لکھی گئیں اور ڈاکٹر ٹاوس کو حکم دیا گیا کہ آسٹریا میں بغاوت اور بدامنی پیدا کی جائے۔ ہر ہیس نے ڈاکٹر ٹاوس کو یقین دلایا تھا کہ آسٹریا کی پولیس میں نازیوں کی زبردست اکثریت ہے۔ اس لئے اُسے کچھ اندیشہ نہ کرنا چاہئے اور یہ کہ زیادہ سے زیادہ پبلک عمارات پر قبضہ کرے اور ایسی صورت حال پیدا کر دے کہ ڈاکٹر اسکشنگ کی حکومت امن قائم رکھنے کی غرض سے مداخلت کرنے پر مجبور ہو جائے یہ یقین دلایا گیا تھا کہ پہلے فیر کی آواز پر جرمن افواج جو اس سے قبل آسٹریا کی سرحد پر مقیم ہونگی فوراً آسٹریا میں امن وامان قائم کرنے کے بہانے سے گھس آئینگی۔

لیکن یہ سازش بھی ناکامیاب رہی کیونکہ آسٹریا کے حکام کو کچھ سراغ لگ گیا اور انہوں نے ۲۶ جنوری ۱۹۳۸ء کو ڈاکٹر ٹاوس کو گرفتار کر لیا جو کاغذات اسکی جائے رہائش پر دستیاب ہوئے اُن سے ایک خوفناک سازش کا پورا ثبوت ملتا تھا۔ اس سازش کی ناکامیابی کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ جرمن افواج کے کمانڈر انچیف جنرل وان فرشن نے

ہٹلر کو مطلع کر دیا کہ وہ جرمن افواج کو ایسی کارروائی میں ہرگز شریک نہ ہونے دے گا۔ ہٹلر اس وقت تو زہر کے گھونٹ پی کر خاموش ہو گیا (۴) فروری کو وان فرش اپنے عہدے سے برخواست کر دیا گیا۔

تیسری کوشش یعنی آسٹریا کی آزادی کا خون

جب جنوری ۱۹۳۸ء میں بھی ہٹلر آسٹریا کی آزادی نہ چھین سکا تو اس نے طے کر لیا کہ جتنا بھی جلد ہو سکے آسٹریا کو جرمنی میں ملا لیا جائے خواہ اُسے کھلم کھلا تشدد کرنا پڑے۔ چنانچہ ۱۲ فروری ۱۹۳۸ء کو اپنے سفیر مقیم ویانا ہروان پین کے ذریعے اُس نے آسٹریا کے چانسلر ڈاکٹر اسکشنگ کو برکٹسگیڈن پر ملاقات کے لئے بلایا۔ ہروان پین نے ڈاکٹر اسکشنگ سے کہا کہ ہٹلر جرمنی اور آسٹریا کے مابین جو معاہدہ جولائی ۱۹۳۶ء میں ہوا اس کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہے اور جو باتیں اس معاہدے کی شرائط کی تعمیل میں حائل ہوتی ہیں اُن کو ہٹانا چاہتا ہے۔ ڈاکٹر اسکشنگ تاریخ مذکورہ پر ہٹلر کی جائے رہائش پر پہونچے۔ انہیں ملاقات کے کمرے میں تنہا بٹھا دیا گیا اُس کمرے میں ایک ایسا نقشہ لٹکا دیا گیا تھا۔ جس میں جرمنی اور آسٹریا کے حدود بتائی گئی تھیں۔ ڈاکٹر اسکشنگ بڑی دیر تک اس کمرے میں بیٹھے انتظار کرتے رہے اس عرصے میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد نازی افسران کمرے کے اندر آتے اور چھوٹے چھوٹے

جرمنی جھنڈے بڑھا کر نقشے میں آسٹریا کی حدود کی طرف لگا دیتے ڈاکٹر اسکشنگ بیٹھے ہوئے یہ سب کچھ دیکھتے رہے اب وہ سمجھے کہ اس کا کیا مطلب ہے دراصل ہر جھنڈا بجائے ایک جرمن بٹالین کے لگایا گیا تھا جو اب آسٹریا کی سرحد پر سرعت کے ساتھ جمع ہو رہی تھیں۔ جب ڈاکٹر اسکشنگ کافی دیر تک یہ خوفناک نظارہ دیکھ چکے تو ہٹلر سے ملاقات ہوئی۔ ہٹلر بجائے تواضع کے نہایت سختی اور ترشروئی سے پیش آیا۔ اُس نے ڈاکٹر اسکشنگ کو اس بات کا مجرم ٹھہرایا کہ اُن کی حکومت آسٹریا کے نازیوں پر سخت ترین ظلم کر رہی ہے لہذا ڈاکٹر اسکشنگ نے جولائی ۳۶ء کے معاہدے کی خلاف ورزی کر کے اس معاہدے کو قطعی ناقابل عمل بنا دیا ہے۔ اُس نے ڈاکٹر اسکشنگ کو مجبور کیا کہ وہ فوراً ایک معاہدے پر دستخط کرے جس کی رو سے تین دن کے اندر اندر ۱۵ر فروری ۳۸ء تک آسٹریا کی حکومت کو چاہئیے کہ

(۱) ڈاکٹر وان سیس انکارٹ کو وزیر خانگی مقرر کرے۔

(۲) ڈاکٹر گائڈ وشمٹ کو وزیر خارجہ مقرر کرے۔

(۳) تمام سیاسی قیدیوں کو معافی دیدی جائے۔

(۴) نازی پارٹی کی تحریک کو مکمل آزادی دیدیجائے۔

ڈاکٹر سیس انکارٹ اور گائڈ وشمٹ دونوں نازی تھے۔ ہٹلر نے ڈاکٹر اسکشنگ کو صاف کہدیا کہ اگر ان شرائط کو وقت مقررہ تک

منظور نہ کر لیا گیا تو جرمن فوجیں آسٹریا میں گھس کر امن و امان قائم کر دینگی۔

۲۰ ر فروری ۱۹۳۸ء کو برلن ریشتاگ میں تقریر کرتے ہوئے ہٹلر نے اس تشدد آمیز ملاقات کی صحیح تفصیل چھپاتے ہوئے کہا :-

"مجھے اس موقع پر جرمن لوگوں کے سامنے آسٹریا کے چانسلر (ڈاکٹر اسکشنگ) کا شکریہ ادا کرنا چاہئے اس معاہدے اور پُر جوش رضا مندی کے لئے جس کے ساتھ اُس نے میرا دعوت نامہ قبول کیا اور میرے ساتھ ایک ایسا راستہ معلوم کرنے کی کوشش کی جو کہ دونوں ملکوں اور کل جرمن قوم کے مفاد کی طرف جاتا ہے۔ اس جرمن قوم کا جس کے ہم سب بچے ہیں خواہ ہماری جائے پرورش کہیں ہو۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اس طرح ہم نے یورپ کے امن میں کافی امداد پہونچائی ہے"

۲۰ ر فروری کو جس چانسلر کا اس طرح شکریہ ادا کیا گیا۔ ۱۱ ر مارچ کو اُسے استعفیٰ دینے پر مجبور کر دیا گیا اور اسے قید کر لیا گیا۔

جب ڈاکٹر سیس انکارٹ وزیر خانگی مقرر کر دیا گیا تو وہ فوراً برلن جا کر ہدایات حاصل کر کے واپس لوٹا۔ اس نے ۵ ر مارچ کو بمقام لنز نازیوں کے ایک جلسے میں کہا کہ آسٹریا ایسی آزادی چاہتا ہے جو گذشتہ صلحناموں کی شرائط پر بھروسہ نہ کرے بلکہ جرمنی کے عہدناموں پر منحصر ہو۔ ایسے ہی مظاہرات دیگر مقامات پر ہوئے۔

ملک میں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ اس سازش کو روکنے کی غرض سے ہر وان اسکشنگ (آسٹریا کے چانسلر) نے ۹ مارچ ۳۸ء کو بمقام انسبرک تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"میں برکٹسگیڈن کی کل شرائط پوری کروں گا۔ لیکن اس سے آگے قطعی بڑھنے کو تیار نہیں۔ ۱۴ مارچ ۳۸ء کو پلیبی سائٹ (رائے عامہ) کے ذریعہ معلوم کیا جائے گا کہ آیا آسٹریا کی اکثریت آسٹریا کو جرمنی میں ملا دینے کی موافقت میں ہے یا اسکی مخالفت میں۔"

ہٹلر نہیں چاہتا تھا کہ پلیبی سائٹ (رائے عامہ) طلب کی جائے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آسٹریا کی زبردست اکثریت آسٹریا کو جرمنی میں ملا دینے کے خلاف تھی۔

سوئٹزرلینڈ کے مشہور اخبار "بیسلر نیکر چیٹن" نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۴ مارچ ۳۸ء میں لکھا۔

"اسکشنگ کی باعزت سیاسی زندگی کے قابل رحم اختتام پر اس کا واحد اطمینان یہ ہوسکتا ہے کہ دنیا پر ثابت کردیا گیا کہ آسٹریا کی اکثریت کی یہ خواہش تھی کہ آسٹریا نازی جرمنی سے آزاد رہے کیوں کہ ہٹلر جس کے جاسوس اُسے برابر آسٹریا کی اندرونی حالت سے مطلع رکھتے ہیں اگر پلیبی سائٹ (رائے عامہ) کا نتیجہ اپنے خلاف نہ سمجھتا تو وہ پلیبی سائٹ کو کبھی نہیں روکتا۔"

لہٰذا نازیوں نے شور مچانا شروع کردیا کہ پلیبی سائٹ غیر جانبدار

طریقے پر ہو جانا ناممکن ہے جرمنی کے اخباروں نے یہ پروپگنڈا شروع کیا کہ ڈاکٹر اسکٹ شنگ نے نازیوں کو دبانے کے لئے کمیونسٹ لوگوں کی بھرتی کر لی ہے۔ لہٰذا جرمنی فوراً نازیوں کی محافظت کرے۔

آسٹریا کی زندگی خطرے میں تھی۔ ہٹلر نے ۱۱ مارچ ۳۸ء کو آسٹریا کی گورنمنٹ کو یکے بعد دیگرے کئی مطالبات پیش کئے۔ اولاً یہ مطالبہ کیا گیا کہ پلیبی سائٹ میں ووٹ خفیہ طور پر لئے جائیں تب یہ مطالبہ کیا گیا کہ پلیبی سائٹ کی ہی نہ جائے اس کے بعد ذیل کے مطالبات پیش کر دیئے گئے جن کی عدم منظوری پر آسٹریا پر حملے کی دھمکی دی گئی۔

(۱) ڈاکٹر اسکٹ شنگ استعفیٰ دیدیں اور ان کی جگہ ڈاکٹر سیس انکارٹ آسٹریا کے چانسلر مقرر ہوں۔

(۲) آسٹریا میں دو تہائی وزرا نازی پارٹی کے ہونا چاہیئے

(۳) آسٹریا کی نازی پارٹی اپنے پروپگنڈے میں کمل آزاد ہونا چاہیئے۔

اول اول تو آسٹریا کے صدر مکلاس نے ان شرائط کو منظور کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب جرمنی نے فوجی مداخلت کی دھمکی دی تو اُسے جھکنا پڑا۔ چنانچہ ۱۱ مارچ کو شام کے ساڑھے چھ بجے دنیا نے وائرلیس پر ڈاکٹر اسکٹ شنگ کا الوداعی پیغام سنا۔

"ٹھیک اسی ساعت کے لئے آسٹریا پر حملے کی دھمکی دی گئی ہے

اگر میں جرمنی کی مقرر کردہ وزارت کے حق میں استعفیٰ نہ دے
دوں تو حملہ کر دیا جائے گا۔ لہٰذا ملک کو خونریزی سے بچانے
کے لئے میں استعفیٰ پیش کر رہا ہوں۔ اب میں تم سے رخصت
ہوتا ہوں۔ خدا آسٹریا کی محافظت کرے۔!"

اُس شام ہیروان سیس انکارٹ نے جو اب چانسلر ہو گیا تھا
برلن تار دیدیا کہ آسٹریا میں "امن قائم کرنے کے لئے" جرمن افواج
بھیجدی جائیں وہاں کیا دیر تھی۔ سب کام ایک سازش کا نتیجہ تھا
فوراً جرمن افواج آسٹریا کی حدود میں گھس آئیں۔ ۱۲ مارچ کی صبح
ہی ویانا پر جرمنی کا قبضہ ہو گیا۔ اُسی دن ہٹلر آسٹریا کی حدود میں
داخل ہوا۔ لنز کے مقام پر ڈاکٹر سیس انکارٹ نے ہٹلر کا استقبال
کیا اور اعلان کر دیا کہ صلحنامہ سینٹ جرمین کی دفعہ ۸۸ جس کی رو سے
جرمنی اور آسٹریا کا الحاق ناجائز تھا اب مسترد سمجھی جائیگی۔ ہٹلر نے
آسٹریا والوں کو یہ کہکر مطمئن کرنا چاہا کہ کچھ ہی عرصہ بعد پلیبی سائٹ
(رائے عامہ) کے ذریعے یہ ثابت کر دیا جائے گا کہ آسٹریا جرمنی سے
علیحدہ رہنا نہیں چاہتا۔ ۱۳ مارچ کو صدر مکلاس نے بھی استعفیٰ دیدیا
اور سیس انکارٹ عارضی طور پر ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔ صدر مکلاس
اور ڈاکٹر اسکشنگ قید کر لئے گئے۔ تقریباً دو ہزار آدمی گرفتار ہوئے
ویانا کے نازیوں پر طرح طرح کے ظلم کئے گئے۔

۱۴ مارچ کو ہٹلر ویانا میں فاتحانہ شان و شوکت سے داخل ہوا

اولاً تو اٹلی کے حکام بالا کے حلقہ میں اس تشدد سے بداطمینانی سی ظاہر ہوئی مگر ایک خط کے ذریعہ ہٹلر نے مسولینی کو یقین دلایا کہ یہ کارروائی جائز ہے اور قومی تحفظ کے لئے کی گئی ہے اس نے مسولینی کو یاد دلایا کہ اس وقت کا خیال کیا جائے جب جرمنی نے اٹلی کی حبش پر جارحانہ کارروائی کا ساتھ دیا تھا۔ مسولینی مطمئن ہو گیا۔ دراصل یہ احتجاج محض دنیا کو دکھلانے کے لئے کیا گیا تھا۔ اٹلی کی فاسسٹ کونسل نے اعلان کیا کہ آسٹریا کا یہ واقعہ آسٹریا کے لوگوں کی رضامندی سے عمل میں آیا ہے اور یہ کہ اٹلی نے فرانس کی یہ درخواست مسترد کر دی ہے کہ اس واقعہ کی وجہ سے جرمنی کے خلاف کارروائی کی جائے۔ ہٹلر نے بذریعہ تار مسولینی کا شکریہ ادا کیا۔ برلن میں برطانیہ اور فرانس کے سفیروں نے اس کارروائی کے خلاف احتجاج کیا لیکن جرمنی کے دفتر خارجہ نے کہدیا کہ یہ احتجاج غلط اطلاعات پر مبنی تھا۔ اسیطرح بیرون وان نیورت نے تحریری اطلاع دی کہ خطرہ تو محض اس حالت میں رونما ہوگا جبکہ کوئی تیسری طاقت جرمن قوم کی جائز کارروائی میں مخل ہوگی۔

آسٹریا اب جرمنی کا ایک صوبہ ہے۔ ایک دفعہ پھر برطانیہ نے اپنی امن پسندی کا ثبوت دیا۔!

سوڈیٹن جرمنوں سے سازش!

سوڈیٹن جرمنوں سے سازش!

آسٹریا کے ختم ہوتے ہی زیکوسلو ویکیا کو اپنی زندگی کی فکر لاحق ہوئی۔ وہ جانتا تھا کہ اب اس کی خیر نہیں لیکن ہٹلر نے پھر اسی فریب کاری سے کام لیا۔ چنانچہ آسٹریا پر قبضہ کرتے ہی فیلڈ مارشل گورنگ نے جرمنی کی جانب سے زیکوسلوکیا کے سفیر مقیم برلن کو یقین دلایا کہ جرمن حکومت زیکوسلوکیا سے تعلقات بڑھانے کے لئے فکر مند ہے اور زیکوسلوکیا کی آزادی میں کوئی دخل اندازی نہ کیجائیگی۔ لیکن زیکوسلوکیا خوب جانتا تھا کہ وہ جرمنی کی حریص نگاہوں سے نہیں بچ سکتا۔ جن تشدد آمیز اور خلاف قانون اصولوں سے نازی تحریک کی اشاعت آسٹریا میں کی گئی تھی اور جو اب تک جاری تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ ہٹلر آسٹریا کے بعد زیکوسلوکیا کی آزادی پر چھاپہ مارے گا۔ اسی خوف سے متاثر ہوکر زیکوسلوویکیا کے دارالحکومت پریگ کے مشہور اخبار "لا یوروپ سنٹرل" نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۶ر فروری ۱۹۳۸ء میں لکھا:-

"ریش (جرمن حکومت) کے چانسلر نے اعلان کردیا ہے جرمنی کا فرض ہے کہ وہ اُن جرمنوں کی محافظت کرے جو کہ پڑوس کی دو ریاستوں میں رہتے ہیں (یعنی آسٹریا اور زیکوسلوویکیا) انہی نے کہدیا ہے کہ

یہ لوگ صلح کے معاہدات کے ذریعے جرمن ریش میں ملجانے سے روک دیئے گئے۔ اور یہ امر ایک بڑی (جرمن) قوم کیلئے ناقابل برداشت ہے کہ وہ اپنے نسلی بھائیوں کو ناانصافی کا شکار ہوتے ہوئے دیکھیں۔ یہ بین الاقوامی امن اور انصاف کا ایک اہم اصول ہے کہ کسی ملک کے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کی جائے۔ اگر اس اصول کو ترک کر دیا گیا تو بین الاقوامی نظام کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یورپ میں کوئی ملک ایسا نہیں ہے جس نے اپنی اقلیتوں کو زیکوسلوویکیا سے زیادہ معاشرتی اور سیاسی آزادی دے رکھی ہو۔ اس لئے یہ مراعات جرمن اقلیت کو بھی حاصل ہیں پھر بھی ملک میں ایک جرمن سیاسی جماعت قائم کی گئی ہے جو کہ مطمئن نہیں ہے۔ جو "شدید ناانصافی" بتلاتی ہے اور جس نے ایک ایسا پروگرام مرتب کیا ہے جو قوم کے اتحاد کے لئے مضر ہے اور یہ جماعت جرمنی پر بھروسہ کرتے ہوئے جرمنی سے حمایت اور امداد حاصل کر رہی ہے۔"

اوپر کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ زیکوسلوکیا خود کو شدید خطرے میں گھرا ہوا سمجھتا تھا۔ اس موقع پر یہ ضروری ہے کہ ۱۹۳۸ء کے زیکوسلوکیا کے مختصر حالات بتلائے جائیں۔

کرنل اسٹانسلاولیسٹر نے جو کہ زیکوسلوکیا کے جنرل اسٹاف کے ممبر تھے نیویارک کے جریدہ "نیوماسس" میں ۲۱ جون ۱۹۳۸ء کو تحریر کیا

سوئزرلینڈ کی طرح زیکوسلوکیا بھی براعظم یورپ میں ایک
ریاست ہے جو بحیرہ بالٹک سے اتنا ہی دور ہے جتنا کہ بحیرۂ روم
اور بحر اسود سے ہے رقبہ کے لحاظ سے یورپ کی ۲۰ ریاستوں میں
سے ۱۳ نمبر پر ہے۔ ۱۹۳۶ء میں اسکی آبادی ایک کروڑ پچپن لاکھ
یعنی آبادی کے لحاظ سے اس کا نمبر یورپ کی ریاستوں میں آٹھواں
ہے۔ صنعت و حرفت کے لحاظ سے وسطی یورپ میں اٹلی کے بعد
زیکوسلو ویکیا کا نمبر ہے۔ اسکی آدھی سے زیادہ سرحد جرمنی سے
ملتی ہے۔ جرمنی جو کہ زیکوسلو ویکیا سے چوگنا بڑا ہے اور جس کی
آبادی پانچ گنا ہے مغربی زیکوسلو ویکیا کو مکمل طور سے محصور
کئے ہوئے ہے۔ جرمن ماہران کے خیال میں ہماری فوج امن کے
وقت میں ایک لاکھ اسی ہزار اور جنگ کی ضرورت میں پندرہ
لاکھ ہو سکتی ہے۔ ہماری ہوائی طاقت اگر جرمن حسابات کو مان
لیں تو مندرجہ ذیل ہے یعنی سال رواں کے فروری کے مہینے میں
ہمارے پاس تیرہ سو پچاس ہوائی جہاز تھے۔ جن میں ۳۲۰ تو
نقشہ لانے اور حالات معلوم کرنے والے۔ ۱۳۰ لڑنے والے
۸۰ اپیچھا کرنے والے۔ ۱۲۰ دن میں اور ۱۳۰ شب میں
بمباری کرنے والے ہیں

زیکوسلو ویکیا کے ساتھ فرانس کا معاہدہ تھا کہ اگر کسی طاقت نے
اول الذکر پر حملہ کیا تو فرانس زیکوسلو ویکیا کی مدد کرے گا۔ اسی طرح برطانیہ

اور فرانس بین الاقوامی معاہدہ کی رو سے زیکوسلوویکیا کی آزادی برقرار رکھنے کے لئے پابند تھے روس اور زیکوسلوویکیا کے باہمی معاہدات تھے۔ یہ بات یقینی تھی کہ اگر جرمنی نے زیکوسلوویکیا پر حملہ کیا تو فرانس زیکوسلوویکیا کی مدد کے لئے ضرور آئے گا۔ اور ایسی صورت میں برطانیہ کو بھی فرانس کا ساتھ دینا پڑے گا۔ لہذا ہٹلر نے سوچا کہ کوئی ایسی کارروائی نہ کی جائے جس کی بنا پر جنگ کا سامنا کرنا پڑے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر براہِ راست حملہ کیا گیا تو مصیبت کا سامنا ہوگا۔ لہذا اُسنے طے کیا کہ آہستہ رفتہ رفتہ اور منزل بہ منزل قبضہ کیا جائے اور اس مقصد کے لئے اس کے اندرونی حالات میں بدنظمی اور بداطمینانی پیدا کی جائے۔ اس کو جلد ہی بہانہ مل گیا۔ زیکوسلوویکیا کی حدود میں کچھ ایسے علاقے بھی تھے جن میں جرمن لوگ آباد تھے جنکی مجموعی تعداد پینتیس ۳۵ لاکھ تھی۔ یہ لوگ زیادہ تر سوڈیٹنلینڈ میں تھے اس لئے سوڈیٹن جرمن کہلاتے تھے۔

امریکہ کا کثیر الاشاعت اخبار "ورلڈ یوتھ" اپنی اشاعت مورخہ ۲۴ ستمبر ۳۸ء میں لکھتا ہے:۔

"یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ زیکوسلوویکیا کے سوڈیٹنلینڈ کا علاقہ اپنی پوری تاریخ میں کبھی جرمنی کے تحت میں نہیں رہا۔ اس علاقے کے باشندے جرمن زبان اس لئے بولتے ہیں کیونکہ یہ لوگ بارہویں صدی میں بوہیمیا کی سلطنت میں آکر بسنے والے جرمن لوگوں کی

اولاد ہیں۔

سترہ صدی کے اوائل میں بوہیمیا آسٹریا کا حصہ بن گیا اور ہیبسبرگ کے زمانے میں جرمن زبان سرکاری زبان تھی۔ کوئی تاریخی شہادت نہیں ہے کہ جس کی بناء پر اس علاقے کو جرمن علاقہ کہا جائے۔"

ہٹلر نے سوچا کہ اگر ان زیکوسلوویکیا میں بسنے والے سوڈیٹن جرمنوں کو منظم کر کے اکسایا جائے اور ان کے ذریعے ملک میں بد امنی پھیلائی جائے تو مقصد براری میں بڑی آسانی ہو جائیگی۔ اس کی خواہش تھی کہ زیکوسلوویکیا پر قبضہ کرنے کے لئے ہر جائز اور ناجائز کارروائی اختیار کی جائے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس غرض سے زیکوسلوویکیا پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ ہٹلر چاہتا تھا کہ

(۱) زیکوسلوویکیا میں جو زبردست کارخانے اسکوڈا کے سامان جنگ بنانے کے ہیں ان پر جرمنی کا قبضہ ہو جائے ان کارخانوں کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہی لگایا جا سکتا ہے کہ گذشتہ جنگ عظیم کے دوران میں ہی یہ کارخانے جرمنی کے کارخانوں کے زبردست مقابل تھے بلکہ اسکوڈا کے کارخانوں کی بنائی ہوئی چند قسم کی بندوقیں اور توپیں جرمنی کی بندوقوں اور توپوں سے زیادہ اچھی تھیں۔

(۲) زیکوسلوویکیا کے پہاڑوں کی قدرتی فصیل اور اس کے مستحکم قلعہ جات پر قبضہ کیا جائے جو کہ جرمنی کو مشرق کی جانب پیشقدمی کرنے سے روکے ہوئے تھے۔

(۳) ہٹلر کو گوارا نہیں تھا کہ وسطی یورپ میں کوئی جمہوری حکومت رہے۔ اب ہٹلر نے سوڈیٹن جرمنوں میں ایک ایسے شخص کی تلاش شروع کی جو اس کا آلہ کار بن سکے اور جس طرح آسٹریا میں سیس انکارٹ نے بدنظمی پھیلا کر اس پر جرمنی کا قبضہ کرا دیا اسی طرح یہ سوڈیٹن جرمن زیکوسلوویکیا جرمنی قبضہ کرا دے۔ ہٹلر کی خوش قسمتی سے اُسے کانریڈ ہنلن مل گیا جس نے اس مہم کی تکمیل کا ذمہ لے لیا۔ چنانچہ ہنلن کو ہدایات دی گئیں کہ وہ زیکوسلوویکیا کے سوڈیٹن جرمنوں کو منظم کرنے کے لئے نازی پارٹی قائم کرے اور اس کے ذریعے ملک میں یہ شور برپا کرے کہ زیکوسلوویکیا کی ریپبلک ان سوڈیٹن جرمنوں کی اقلیت کے ساتھ نہایت ظلم آمیز سلوک کر رہی ہے کانریڈ ہنلن نے اس سازش کو نہایت جانفشانی اور تندہی سے شروع کیا۔ فی الفور سوڈیٹن جرمن پارٹی قائم کر دی گئی جس نے حسب ہدایات آواز اٹھانا شروع کیا۔ "سوڈیٹن جرمنوں کے ساتھ نہایت بیرحمی اور ناانصافی برتی جا رہی ہے۔ ان کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیا جا رہا ہے ان کے حقوق نہایت بے دردی سے پامال کئے جا رہے ہیں"۔ رفتہ رفتہ کانریڈ ہنلن اور اسکی سوڈیٹن جرمنی پارٹی نے طاقت حاصل کر لی انکی امداد کے لئے خفیہ طور پر جرمنی سے روپیہ آتا رہا۔ جرمنی کے اخبار ان کے ہمنوا بنکر پر زور پروپگنڈا کرنے لگے۔ کہ سوڈیٹن جرمنوں پر شدید سے شدید مظالم کئے جا رہے ہیں۔ ان کو زندگی کے ابتدائی حقوق سے محروم کر دیا گیا"۔ جب ہنلن نے دیکھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ مجوزہ بدنظمی پھیلا دی

جائے تو اس نے ۲۴ر اپریل ۱۹۳۸ء کو بمقام کارلس باد ایک نہایت اشتعال انگیز تقریر کی اور زیکوسلوویکیا کی حکومت سے سوڈیٹین جرمنوں کیلئے مندرجۂ ذیل آٹھ مطالبات طلب کئے۔

(۱) جرمن اور زیچ لوگوں (زیکوسلوویکیا کے باشندوں) کے لئے مساوی معیار زندگی۔

(۲) اس مساوات کی محافظت کے لئے سوڈیٹین جرمن پارٹی سرکاری طور پر تسلیم کرلی جائے۔

(۳) ریاست میں جرمن علاقہ طے کرلیا جائے۔

(۴) ان جرمن علاقوں کو مکمل طور پر قانوناً جرمن تسلیم کرلیا جائے۔

(۵) ہر شہری کو جو اپنے قومی علاقے سے باہر رہتا ہو قانونی محافظت دی جائے۔

(۶) ۱۹۱۸ء سے جو ناانصافیاں کی گئیں ان کو دور کیا جائے اور تاہنوز ان کے ذریعے جو نقصانات ہوئے ان کا بدلہ دیا جائے۔

(۷) یہ اصول تسلیم کرلیا جائے کہ جرمن علاقوں میں صرف جرمن افسران ہوں

(۸) اپنے آپ کو جرمن قوم کا ایک فرد سمجھنے اور اظہار کرنے اور جرمن سیاسی فلسفے کا پابند سمجھنے کی مکمل آزادی ہونا چاہیئے۔

مندرجۂ مطالبات میں سے اکثر ایسے مطالبات ہیں جن کو زیکوسلوویکیا حکومت نے ماننے سے قطعی پس و پیش نہیں کیا۔ لیکن ان مطالبات میں نمبر ۴ و ۸ ایسے ہیں کہ کوئی خود مختار حکومت انہیں منظور نہیں کرسکتی۔

سوڈیٹن جرمنوں نے سورش اور دہشت انگیزی کی وارداتیں شروع کردیں اُدھر جرمنی کے اخباروں نے طرح طرح کے فرضی بیان اور فوٹو شایع کرنا شروع کردیا جن میں سوڈیٹن جرمنوں کے ساتھ ظلم کی داستانیں تراشی گئیں ہر جرمن اخبار نے پروپگنڈے میں کم و بیش حصہ لیا اور ہر ممکن کوشش کیگئی کہ ممالک غیر کو یقین دلایا جائے کہ زچ حکومت کے ہاتھوں سوڈیٹن جرمنوں پر بے پناہ مظالم کئے جارہے ہیں۔ جرمنی میں نازی پارٹی کے لیڈر جگہ جگہ تقریروں کے ذریعہ زیکوسلو ویکیا کی حکومت اور باشندوں کے طرز عمل کے خلاف حملے کرنے لگے اور جرمن حکومت نے فوجی پریڈ کے بہانے سے لیکن در اصل زیکوسلو ویکیا کے اندرونی معاملات میں دخل دیکر قبضہ کرلینے کی غرض سے جرمن فوجیں زیکوسلو ویکیا کی سرحد پر لاکر ڈالدیں زیکوسلو ویکیا کی آزادی کا یقینی خاتمہ ہونے کو تھا کہ زیکوسلو ویکیا کی ریپلک کے صدر ڈاکٹر بینیس نے ۲۰ اور ۲۱ مئی ۳۸ء کی شب حکم دیا کہ زیکوسلو ویکیا کی فوج کا کچھ حصہ ہتھیار اٹھا کر ملک کی آزادی کی محافظت کے لئے آمادہ ہوجائے۔ برطانیہ اور فرانس کو تشویش ہوئی انہیں بے چینی ہوئی کہ کسی طرح یورپ کے امن کو قائم رکھا جائے۔ اسی اصول کی تکمیل کے لئے فرانس کی حکومت نے یہ خیال کرکے کہ ایسی دھمکی سے جرمنی اپنی جارحانہ کارروائی سے باز آجائے۔ جرمنی کو آگاہ کیا کہ زیکوسلو ویکیا کی سرحد میں جرمن فوجیں داخل نہ ہوں اگر انہوں نے ایسا کیا تو فرانس کو مجبوراً باہمی معاہدے کی رو سے زیکوسلو ویکیا کی امداد کے لئے آنا پڑے گا۔ اور جنگ چھڑ جائیگی

جو کہ ہولناک خونریزی کا باعث ہوگی۔ برطانیہ نے بھی امن کے قیام کی اس کوشش میں حصہ لیا۔ اور وزیر اعظم مسٹر چیمبرلین نے لارڈ رنسی مین کو زیکو سلوویکیا کے دارالحکومت پریگ بھیجا کہ وہ وہ جاکر مصالحت کرادیں۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے زیکوسلوویکیا کی حکومت نے کانریڈ ہنلن کے مرتب کردہ ۸ نکات کے جواب میں یکے بعد دیگرے چار اسکیمیں پیش کیں ان میں سوڈیٹن جرمنوں کو زیادہ سے زیادہ رعایتیں دی گئیں مگر کانریڈ ہنلن نے ان کو نامنظور کر دیا۔ اسی درمیان ہٹلر نے دھمکی دی کہ اگر کانریڈ ہنلن کے جملہ مطالبات کو بجنسہ منظور نہ کرلیا گیا تو جرمنی "ان سوڈیٹن جرمنوں کو مظالم سے بچانے کے لئے" زیکوسلوویکیا پر حملہ کر دے گا۔ زیکوسلوویکیا پر ایک طرف تو حملہ کا خوف طاری تھا دوسری طرف لارڈ رنسی مین نے امن قائم رکھنے کی غرض سے زیکوسلوویکیا کی حکومت کو پرزور رائے دی کہ زیادہ سے زیادہ رعایات دیدی جائیں۔ چنانچہ ۷ ستمبر ۱۹۳۸ء کو زیکو سلوویکیا کی حکومت نے سوڈیٹن جرمن پارٹی کو مندرجۂ ذیل نکات پیش کئے۔

(۱) آبادی کے تناسب سے افسران کا تقرر عمل میں لایا جائے گا۔
(۲) یہ افسران علاقہ کی قومیت کے لحاظ سے مقرر کئے جائیں گے۔
(۳) علاقہ کی قومیت کے لحاظ سے پولس رکھی جائیگی۔
(۴) علاقوں کو آزادی ہوگی کہ وہ اپنی قومی زبان اختیار کریں۔
(۵) جرمن علاقوں کے کارخانوں کو امداد دیجائے گی اور اسی

مقصد کے لئے سرِدست ستر کروڑ کراؤن کا قرضہ دیا جائے گا۔

(۶) قومی لحاظ سے مساوات ہوگی۔

(۷) قوانین خصوصی کے ذریعہ شہریوں کی قومیت کا تحفظ کیا جائیگا۔ اور مختلف اقوام کے منتخب کئے ہوئے نمائندوں کو اختیار ہوگا کہ اگر انکی قوم کے حقوق میں دخل اندازی کیجائے تو وہ فوراً شکایت کردیں۔ ہر قوم کے لئے ایک علیحدہ رجسٹر رکھا جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ

اگر بہ نظر غور دیکھا جائے تو ان رعایات کے مقاصد کافی طور پر کانریڈ ہنلن کے مرتب کردہ مطالبات کی تکمیل کرتے تھے۔ مگر سوڈٹین جرمن پارٹی پھر بھی مطمئن نہیں ہوئی۔ ملک کو خونریزی سے بچانے اور انتظام قائم رکھنے کی غرض سے ان شرائط کے متعلق زیکوسلوویکیا کے صدر ڈاکٹر بینس نے ایک اپیل براڈکاسٹ کی ہے۔

"بیس سال تک ہماری ریپبلک نے خاموشی اور ترقی کے ساتھ نشوونما پائی ہے۔ سیاسی جمہوریت۔ اقتصادی خوشحالی۔ مذہبی رواداری اور انصاف پروری ہمنے بلاکسی شورش یا انقلاب کے حاصل کئے ہیں۔ جن معاملات نے دیگر ممالک میں خطرناک شورش برپا کردی وہ معاملات ہمارے ملک میں عموماً غیر جانبدارانہ طریقہ پر بغیر کسی شورش کے حل کر لئے گئے۔

اسی منشا سے ہم نے اپنی ریپبلک کی مختلف اقوام سے گفت وشنید شروع کی۔ ہم نے سوڈٹین جرمنوں کے ساتھ بحیثیت ایک سب سے

اہم جماعت کے گفت و شنید شروع کی لیکن یہ اصول ریاست کے ہر شہری کیساتھ برتے جائیں گے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ہماری پیش کردہ شرائط مفید ثابت ہونگی اور مختلف اقوام میں تعاون کی تجدید کا باعث ہونگی۔ ہماری خواہش ہے کہ یورپ کے معاملات کے حل کرنے میں ہم بھی مددگار ثابت ہوں۔ اور ہماری دلی خواہش ہے کہ ہمارے پڑوسیوں کے ساتھ اور خصوصاً جرمنی کے ساتھ ہمارے تعلقات خوشگوار ہوں۔"

مگر اس معقول اپیل کا سوڈیٹن جرمنوں پر کوئی اثر نہیں ہوا انہوں نے ممنوعہ شدہ گیت " ہم ہمارے فیوہرر (ہٹلر) کو چاہتے ہیں " پبلک جلسوں میں گانا شروع کر دیا اور ملک میں ایک اضطراب پیدا کر دیا۔ جگہ جگہ سوڈیٹن جرمن ملک میں پولس سے تصادم کرنے لگے۔ دوسری طرف جرمن اخباروں نے بے پناہ پروپگنڈا جاری رکھا اور موقع کا فائدہ اٹھاکر لکھنا شروع کر دیا۔ " زیکوسلوویکیا کی حکومت میں اتنی طاقت نہیں کہ جرمن اقلیت کی محافظت کر سکے۔ صرف تیسری ریش (ہٹلر کی حکومت) ہی یہ طاقت اور حق رکھتی ہے۔ جہاں بھی ہو جرمن لوگوں کا مقصد حیات ریش (جرمن حکومت) میں ملجانا ہے۔" اسی طرح کانریڈ ہنلن نے ایک بیان براڈکاسٹ کیا۔ " ہمیں بالشویک زح ظالموں کے پنجوں سے نجات دلائی جائے۔" غرض کہ ایک زبردست ہنگامہ پیدا کر دیا گیا تھا کہ ۱۲ ستمبر ۳۸ء کو نرنبرگ میں تقریر کرتے ہوئے

ہٹلر نے انکشاف کیا ہ۔

"ہمارا خون دشمن کی طاقت سے زیادہ قوت رکھتا ہے اور جو کہ پہلے جرمنی کا تھا اس کا مالک اب جرمنی ہی ہے!"

اپنی اس تقریر میں ہٹلر نے زیکوسلوویکیا کی رپبلک اور اس کے صدر ڈاکٹر بنیسن پر شدید حملے کے لئے انہیں اس امر کا مورد الزام ٹھرایا کہ وہ سوڈیٹن جرمنوں کو سخت سے سخت اذیت دے رہے ہیں اور ان کے حقوق کو بے رحمی سے کچل رہے ہیں۔

میونخ کانفرنس

میونخ کانفرنس
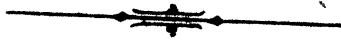
مسٹر چیمبرلین کا پہلا سفر (برکٹسگیڈن)

یورپ کی فضا تاریک ہوتی جا رہی تھی جنگ کی ہولناکیاں اپنی پوری قوت کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آ رہی تھیں کہ چار و ناچار ۱۵ ستمبر ۱۹۳۸ء کو وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چیمبرلین نے برطانیہ کے وقار کا خیال نہ کرتے ہوئے دنیا کا امن قائم رکھنے کے لئے ہٹلر کی جائے رہائش برکٹسگیڈن کا ہوائی سفر اختیار کیا۔ مسٹر چیمبرلین نے ہٹلر سے ملاقات کی اور یہ اندازہ لگا لیا ہٹلر چاہتا تھا کہ سوڈیٹن جرمنوں کو فوراً حقوق خود اختیاری دیدیئے جائیں ورنہ جرمنی جنگ کرنے پر مکمل طور پر آمادہ ہے۔ بڑی کوشش کے بعد مسٹر چیمبرلین نے ہٹلر کو اس بات پر رضامند کیا کہ تا وقتیکہ مسٹر چیمبرلین انگلستان جاکر اپنے اور فرانس کے وزراء سے مشورہ کرکے واپس نہ لوٹ آئیں ہٹلر جارحانہ کارروائی سے باز رہے انہوں نے ہٹلر سے وعدہ کیا کہ وہ واپس آکر حقوق خود اختیاری کے مطالبات کے بارے میں جواب دیدیں گے۔

اسی گفت و شنید کے درمیان ہر ہنلین نے کھلم کھلا اعلان کردیا کہ سوڈیٹن جرمن رئیش (جرمن حکومت) میں ملنا چاہتے ہیں اور اس نے

چالیس ہزار سوڈیٹن جرمنوں کی ایک آزاد فوج (فری کور) قائم کر دی۔ اس آزاد فوج نے زیکوسلوویکیا کی حکومت سے جگہ جگہ تصادم کرنا شروع کر دیا۔ جرمنی کے اخبار مزید فرضی تصویریں چھاپنے لگے۔ جن میں یہ بتایا گیا کہ زیچ افسران سوڈیٹن جرمنوں پر انسانیت سوز مظالم کر رہے ہیں۔ ۱۶ ستمبر کو آخر زیکوسلوویکیا کی حکومت نے تنگ آکر ہر کانریڈ ہنلین پر ملک کے خلاف بغاوت پھیلانے کا الزام لگایا اور ملک میں سوڈیٹن جرمن پارٹی کو قانوناً بند کر دیا۔ اسی دن مسٹر چیمبرلین جرمنی سے لندن لوٹ آئے اور انہوں نے فرانس کے وزراء کو ایک کانفرنس کے لئے مدعو کیا۔ لہٰذا فرانس کی جانب سے مسٹر ڈلیڈیر وزیر اعظم اور مسٹر بونٹ لندن آئے ۱۸ ستمبر کو برطانیہ اور فرانس کے وزراء کی کانفرنس منعقد ہوئی جس نے ایک اسکیم تیار کی جس کی رو سے یہ طے کیا۔

(۱) زیکوسلوویکیا کے جن علاقوں میں ۵۰ فیصدی سے زیادہ جرمن ہیں وہ علاقے فوراً جرمنی کو سونپ دیئے جائیں۔

(۲) ایک بین الاقوامی کمیٹی نئی سرحدیں مقرر کرے۔

(۳) جن علاقوں کی آبادی مختلف اقوام پر مشتمل ہو وہاں ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں آبادی کے تبادلے کا کام اس بین الاقوامی کمیٹی کے زیر نگرانی کیا جائے گا۔

(۴) برطانیہ اور فرانس زیکوسلوویکیا کی آئندہ محافظت کا ذمہ لیں گے اور اس امر کے لئے ایک باقاعدہ معاہدہ کیا جائے گا۔

یہ اسکیم ۱۹ر ستمبر کو زیکوسلو ویکیا کی حکومت کو پیش کردی گئی جس نے اولاً اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی لیکن جب ۲۱ر ستمبر کو برطانیہ اور فرانس کے سفیروں نے صدر ڈاکٹر بنیس سے صاف کہدیا کہ اگر یہ شرائط منظور نہ کی گئیں تو برطانیہ یا فرانس زیکوسلو ویکیا کی امداد نہ کریں گے تو مجبوراً زیکوسلو ویکیا کی حکومت نے ۲۱ر ستمبر کو ان شرائط کے بارے میں اپنی رضامندی ظاہر کی۔ لیکن اس قربانی سے کوئی اثر پیدا نہ ہوا۔ ۱۹ر اور ۲۰ر ستمبر کو ہنگری اور پولینڈ یہ مطالبہ کر چکے تھے کہ ان کو بھی ایسی رعایتیں ملنی چاہئے۔ جرمنی کے پریس نے پروپگنڈا شروع کردیا کہ زیکوسلو ویکیا کی ریپبلک کو صفحۂ ہستی ہی سے مٹا دیا جائے۔ ادھر مسولینی نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں بمقام ٹرسٹی کہدیا کہ زیکوسلو ویکیا کے تمام لوگوں کو پلیبی سائٹ (انتخاب بذریعہ رائے عامہ) کا اختیار دیدیا جائے کہ وہ کس حکومت میں ملنا چاہتے ہیں ۔ اسی طرح مسولینی نے ۲۶ر ستمبر کو کہا کہ اگر اس جھگڑے کو فرو نہ کردیا گیا تو اٹلی جرمنی کا ساتھ دے گا۔ دوسری طرف روس کی جانب سے مسٹر لٹوینوف نے جنیوا میں لیگ اقوام کی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”زیکوسلو ویکیا اپنی آزادی کی حفاظت کے لئے آج یا کل ہتھیار اٹھا نا طے کرے گا۔ اگر تمام ریاستوں کی نہیں تو کم از کم تمام ان ریاستوں کی جن کے نمائندے اسمبلی میں ہیں ہمدردی زیکوسلو ویکیا کے

لوگوں کے سامنے ہے۔ روس نے دو روز ہوئے پریگ کو جواب دیا تھا کہ روس اور زیکوسلو ویکیا کے باہمی معاہدات کی بنا پر روس فوری اور کارآمد امداد دینے کو تیار ہے۔"

مسٹر چیمبرلین کا دوسرا سفر (گوڈسبرگ)

۲۲ ستمبر کو مسٹر چیمبرلین ہٹلر سے دوبارہ ملنے کے روانہ ہوئے انہوں نے کولون تک ہوائی جہاز میں سفر کیا وہاں سے بذریعہ موٹر پیٹرسبرگ پہونچے جہاں انہوں نے عجلت میں لنچ کھایا اور پھر موٹر سے سفر کرتے ہوئے دریائے رہائن تک پہونچے اور ایک چھوٹی سی کشتی میں سوار ہو کر اس ہوٹل تک پہونچے جس کی چھت پر آرام سے بیٹھے ہوئے ہٹلر بہتے ہوئے پانی کی موجوں کے خوشگوار نظارے سے محظوظ ہو رہا تھا۔ مسٹر چیمبرلین دل میں یہ امیدیں لئے ہوئے پہونچے کہ کیوں کہ انہوں نے فرانس کی امداد سے زیکوسلو ویکیا کی حکومت کو ہٹلر کی شرائط ماننے پر مجبور کر دیا۔ لہذا ہٹلر ان کا نہایت شکر گزار ہوگا لیکن ان کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ ہٹلر اپنے سابقہ مطالبات کو اب ناکافی سمجھتا ہے اور اب اس نے نئے مطالبات پیش کئے کہ

"(۱) زیکوسلو ویکیا کے باشندے ایک ہفتے کے اندر ان علاقوں کو جو ایک نقشے میں بتلائے گئے خالی کر جائیں۔ ان علاقوں میں اس بات کا لحاظ نہ رکھا گیا تھا کہ آیا وہاں زیج لوگوں کی اکثریت ہے

یا سوڈیٹن جرمنوں کی۔

(۲) زیکوسلوویکیا کی فوج میں جرمن زبان بولنے والے سپاہیوں کو برخاست کر دیا جائے۔

(۳) ۲۵ر نومبر ۱۹۳۸ء سے پہلے دوسرے علاقوں میں جو نقشے میں نہ بتائے گئے تھے بذریعہ رائے عامہ معلوم کیا جائے کہ وہاں کے باشندے کس ریاست میں رہنا چاہتے ہیں۔

(۴) زیکوسلوویکیا کے ان علاقوں میں جو خالی کئے جائیں جتنا بھی سامان جنگ یا دوسری قسم کا سامان و تعمیرات اور جانور اور دوسری چیزیں ہوں وہ فوراً جرمنی کے حوالے کر دیا جائے۔"

مسٹر چیمبرلین یہ مطالبات سنکر نہایت افسردہ ہوئے۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ ہٹلر معقول شرائط ماننے کے لئے تیار نہیں تو وہ ۲۴ر ستمبر کو مایوس ہو کر انگلستان لوٹ گئے۔ گفت و شنید کا یہ انجام دیکھکر اور "آزاد جرمن فوج" کی اشتعال انگیزیوں سے خائف ہو کر زیکوسلوویکیا نے اپنی فوجیں جرمنی کے مجوزہ حملہ سے حفاظت کرنے کی غرض سے اپنی سرحد پر بھیجدیں۔ ہٹلر نے مسٹر چیمبرلین کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ ہٹلر کی نئی شرائط زیکوسلوویکیا کی حکومت تک پہونچا دیں۔ ۲۵ر ستمبر کو زیکوسلوویکیا کی حکومت نے ان شرائط کو نامنظور کر دیا اور کہا کہ یہ نئی شرائط فرانس اور انگلستان کی مرتب کردہ اسکیم سے بہت زیادہ تجاوز کرتی ہیں۔

ہٹلر کے نئے رویہ سے فرانس اور برطانیہ کی رائے عامہ بہت برافروختہ ہوئی۔ ۲۳ر ستمبر کو فرانس نے اپنی فوج کے ایک کافی حصے کو مسلح ہونے کا حکم دیدیا اور تقریباً بیس لاکھ فرانس کے سپاہی ہتھیاروں سے مسلح ہوگئے۔ ۲۵ر ستمبر کو مسٹر ڈلیڈیر وزیراعظم فرانس اور مسٹر بونٹ پھر لندن آئے ان کے ہمراہ جنرل گیملن فرانسیسی افواج کے چیف آف اسٹاف بھی آئے اور انہوں نے برطانوی وزراء کو مطلع کیا کہ اگر زیکو سلوویکیا پر حملہ کیا گیا تو فرانس اپنے معاہدوں کی تکمیل کرتے ہوئے زیکوسلوویکیا کا ساتھ دے گا۔ برطانیہ نے فرانس کو یقین دلایا کہ ایسی صورت میں برطانیہ فرانس کی مدد پر ہوگا۔ ۲۶ر ستمبر کو برلن میں ہٹلر تقریر کرنے کو تھا اسی دن فرانسیسی وزراء کی مرضی سے مسٹر چیمبرلین نے پھر ہٹلر کو لکھا کہ جہاں تک اصول کا تعلق ہے ہٹلر اور مسٹر چیمبرلین متفق تھے مگر اس اصول کی تعمیل کی تفصیلات میں اختلاف ہونے کی وجہ سے جنگ نہ ہونا چاہئے۔ اور یہ کہ برطانیہ مزید گفت وشنید کے لئے تیار ہے۔ یہ پیغام لکھکر مسٹر چیمبرلین نے اپنے مشیر صنعت سر ہورلیس ولسن کو ہٹلر کے پاس بھیجا مگر بجائے اس کے کہ ہٹلر اس پیغام پر ٹھنڈے دل سے غور کرتا اُس نے سر ہورلیس ولسن سے چلا کر کہا "خاموش" اس کے بعد غصہ بھری نظروں سے چھت کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا کہ "معاملہ دنوں یا گھنٹوں نہیں بلکہ منٹوں میں طے ہونا چاہئے میں ایک لمحہ کے لئے نہیں ٹھیر سکتا۔ سوڈٹین علاقوں میں حالات

ناقابل برداشت ہو گئے ہیں۔ اب میری ذاتی عزت اور تمام جرمن قوم کی عزت کا سوال ہے۔" ایک لمحہ خاموش رہکر پھر وہ گرج کر بولا میں زیکوسلوویکیا کے باشندوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ اُن کو کچل دینا چاہئے، کچل دینا چاہئے، کچل دینا چاہئے"۔ یہ کہکر وہ خاموش بیٹھا رہا اس کے بعد پھر کہا کہ مجھے زیکوسلوویکیا کی حکومت پر قطعی اعتماد نہیں رہا اگر اس کی شرائط دو روز کے اندر اندر یعنی ستمبر ۲۹ کے دو بجے سے قبل منظور نہ کر لی گئیں تو وہ فوجی اقدام کیلئے مجبور ہوگا

۲۶ ستمبر کو ہٹلر نے تقریر کی جس میں مغربی طاقتوں کے رویہ سے اطمینان ظاہر کیا اور کہا کہ یہ مسئلہ ہٹلر اور ڈاکٹر بینس کے درمیان ہے جن پر اپنی تقریر کے دوران میں ہٹلر نے شدید الزامات لگائے۔ اس نے ظاہر کر دیا کہ جن علاقوں کا مطالبہ کیا گیا ہے یا تو وہ فوراً حوالے کر دیئے جائیں ورنہ وہ انہیں جبراً لے لیگا۔

۲۷ ستمبر کو برطانیہ نے فیصلہ کن قدم اٹھائے۔ برطانیہ کا بحری بیڑا حرکت میں لایا گیا اور بحری فوجوں کا اجتماع بحر شمالی اور بحر روم میں کیا گیا۔ لندن میں اعلان کر دیا گیا کہ اگر زیکوسلوویکیا پر حملہ ہوا تو فرانس اور انگلستان اس کی امداد کریں گے۔ لندن اور پیرس سے آبادی خالی کی جانے لگی۔ لندن اور دیگر برطانوی شہروں میں عجلت کے ساتھ خندقیں کھودی جانے لگیں۔ مسٹر چیمبرلین نے بھرے ہوئے دل سے ایک بیان براڈکاسٹ کیا۔

"اگر کوئی قوم اپنی قوت کے خوف سے دنیا پر تسلط حاصل کرنا چاہے تو اسکا مقابلہ کرنا چاہئے۔"

۲۸ ستمبر کو امریکہ کے صدر مسٹر روزویلٹ نے ایک بحری تار کے ذریعہ ہر ہٹلر سے درخواست کی کہ طاقت کے ذریعے جبر کرنا انصاف کے خلاف ہے انہوں نے تجویز کیا کہ معاملہ سلجھانے کے لئے تمام متعلقہ ریاستوں کی ایک کانفرنس طلب کی جائے۔ اس سے دو روز قبل بھی مسٹر روزویلٹ تمام متعلقہ ریاستوں کو اپیل کر چکے تھے کہ گفت وشنید جاری رکھیں اور جنگ سے بچیں۔ تمام یورپ میں خصوصاً اور تمام دنیا میں عموماً بے چینی کے ساتھ حالات کے انجام کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ مسٹر چیمبرلین نے جو بنی نوع انسان کو خونریزی سے بچانے کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کرنے کو تیار تھے۔ ہٹلر سے آخری اپیل کی اور کہا کہ وہ برلن آنے کو آمادہ ہیں اور علاقوں کی سپردگی کے متعلق فرانس، اٹلی اور زیکوسلوویکیا سے گفت وشنید کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ہٹلر کو اطمینان دلایا کہ یہ کانفرنس جس اسکیم کو منظور کریگی اسکی تعمیل وتکمیل کا ذمہ فرانس اور برطانیہ لیگا۔ انہوں نے مسٹر مسولینی سے پرزور درخواست کی کہ یہ بہتر ہوگا کہ وہ چند روز صبر وتحمل سے کام لے اور عالمگیر جنگ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ اس اپیل کے جواب میں ہٹلر نے کہا کہ برطانیہ کو چاہئے کہ مسٹر مسولینی کے تعاون سے ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کرے۔ مسٹر چیمبرلین نے اس تجویز کی اسی دن تعمیل کی اور مسٹر مسولینی کو ایک خاص پیغام بھیجا کہ وہ ایسے نازک

موقع پر امداد کریں۔ اسی پیغام کے ہمراہ مسٹر چیمبرلین نے اپنی آخری اسکیم کی نقل بھی بھیجی۔ مسٹر مسولینی نے اس دعوت نامے کو قبول کر لیا اور ہٹلر سے درخواست کی کہ وہ اپنے الٹی میٹم کو کم از کم چوبیس گھنٹے کے لئے ملتوی کر دے تاکہ وہ باامن سمجھوتے کی ایک اور کوشش کر سکیں۔ ہٹلر نے یہ درخواست منظور کر لی اور مسٹر چیمبرلین وزیر اعظم برطانیہ۔ مسٹر مسولینی ڈکٹیٹر اٹلی اور مسٹر ڈلیڈیر وزیر اعظم فرانس کو ایک کانفرنس کیلئے ۲۹ ستمبر کو میونچ بلایا

مسٹر چیمبرلین کا سفر میونچ

۲۹ ستمبر کو جس دن کے ہٹلر کے الٹی میٹم کا وقت ختم ہونے کو تھا۔ مسٹر چیمبرلین میونچ کانفرنس کی شرکت کے لئے روانہ ہوئے انہوں نے میونچ تک ایک خاص ہوائی جہاز میں سفر کیا۔ میونچ میں ہوائی جہاز سے اترنے پر ایک کثیر جرمن مجمع نے ان کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ جرمنی کی عام پبلک بھی جنگ سے بچنا چاہتی تھی۔ ہوائی اسٹیشن سے وہ اپنے ہوٹل میں بھی نہ گئے اور سیدھے ہٹلر کی جائے رہائش پر پہونچے۔ فرانس کے وزیر اعظم مسٹر ڈلیڈیر اور اٹلی کے ڈکٹیٹر مسٹر مسولینی بھی میونچ کانفرنس کی شرکت کے لئے پہونچ گئے یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس کانفرنس میں نہ تو زیکوسلوویکیا کے نمائیدوں کو شریک کیا گیا اور نہ زیکوسلوویکیا کے طرفدار روس کو دعوت شرکت دیگئی۔ زیکوسلوویکیا کے جو نمائیدے اس امید پر میونچ پہونچے تھے کہ کانفرنس میں وہ بھی شرکت کر سکیں گے ان کو شرکت کی

اجازت نہ دیگئی حالانکہ خود ان کے ہی ملک کی قسمت کا فیصلہ ہونے کو تھا۔ اس کانفرنس نے یہ طے کیا۔

(۱) زیکوسلوویکیا اپنی محافظت کے قلعہ جات جو کہ سیجینوٹ لائن کے نام سے مشہور تھے جرمنی کے حوالے کردے۔ اور ان علاقوں کو خالی کردے جن میں جرمن اکثریت ہے ان علاقوں کو زیکوسلوویکیا پہلی اکتوبر ۱۹۳۸ء سے دس اکتوبر تک پانچ مدارج میں داخل کرے۔

(۲) ان علاقوں میں جتنی سنتری تعمیرات ہیں وہ بدستور جرمنی کو سونپ دی جائیں اگر نقصان ہوا تو اسکی ذمہ دار زیکوسلوویکیا کی حکومت ہوگی۔

(۳) برطانیہ۔ فرانس۔ جرمنی۔ اٹلی اور زیکوسلوویکیا کے نمائندوں کی ایک بین الاقوامی کمیشن بنائی جائے جو کہ ان علاقوں کی سپردگی کی تفصیلات مرتب کرے۔

(۴) یہ کمیشن یہ طے کرے کہ باقی کن علاقوں میں پلیبی سائٹ (رائے عامہ) کے ذریعے معلوم کیا جائے کہ وہ کس ریاست میں رہنا چاہتے ہیں جو علاقے پلیبی سائٹ کے لئے تجویز کئے جائیں وہاں بین الاقوامی پولیس اس وقت تک اپنے ہاتھ میں انتظامات لے تا وقتیکہ پلیبی سائٹ مکمل نہ ہو جائے۔

(۵) یہ کمیشن آخری سرحدیں مقرر کرے اور اسکو یہ اختیار ہوگا کہ وہ زیکوسلوویکیا کے باشندوں کی اکثریت والے علاقوں کو بھی جرمنی کے

سپرد کردینے کی سفارشات کرے۔

۳۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کو ڈیڑھ بجے صبح مسٹر چیمبرلین اور مسٹر ڈیلیڈیر نے زیکو سلوویکیا کے نمائندوں مسٹر جان مسارک اور مسٹر مستنی کو جو کانفرنس کے باہر ایک کمرے میں روکدیئے گئے تھے یہ شرائط دیدیں۔ اور صاف کہدیا کہ امن قائم رکھنے کے لئے یہ قطعی ضروری ہے کہ زیکوسلوویکیا ان شرائط کو تسلیم کرلے۔ زیکوسلوویکیا کے پاس سوائے ان شرائط کے منظور کرلینے کے چارا ہی کیا تھا لہٰذا مجبوراً با دل ناخواستہ ان سخت شرائط کو منظور کرلیا مسٹر مسارک جن کو یہ شرائط دی گئی تھیں لکھتے ہیں۔

"ہمیں یہ ایک کافی بے رحم طریقے پر سمجھا دیا گیا کہ اس معاملے میں یہ سزائے موت کا فیصلہ بغیر کسی اپیل اور ترمیم کے پورا ہونا تھا۔"

مسٹر چیمبرلین اسی دن انگلستان کے ہوائی اسٹیشن ہیسٹن پر کاغذ کا ایک ٹکڑا اپنے سر پر ہاتھ سے ہلاتے ہوئے اترے ایک زبردست مجمع ان کا انتظار کررہا تھا "اس کے معنی" وہ لاؤڈ اسپیکر پر فوراً آکر بولے۔ "یہ ہیں کہ ہمارے وقت میں امن رہے گا۔" مجمع میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور لوگوں نے خوشی کے مارے تالیاں بجائیں اور ہوا میں اپنی ٹوپیاں اچھالیں وہاں سے مسٹر چیمبرلین شہنشاہ کو حالات کی اطلاع دینے کی غرض سے بکنگھم محل میں گئے جس کے باہر ایک زبردست بھیڑ جمع ہوگئی۔ مسٹر چیمبرلین نے محل کی چھت پر آکر مجمع کا سلام لیا۔ لوگوں نے پھر تالیاں بجائیں۔ اس کے بعد وہ وہاں سے اتر کر اپنی جائے رہائش پہونچے

وہاں بھی ایک کثیر مجمع نے اور بہت سے وزراء نے ان کا پر جوش استقبال کیا اور انہیں امن قائم رکھنے کی کوشش میں کامیاب ہونے پر مبارکباد دی

میونچ کانفرنس کی سفارشات کی بناء پر زیکوسلوویکیا کو بہت کچھ قربان کرنا پڑا۔

(۱) جو علاقے اب جرمنی کو سپرد کئے گئے اس میں قریب اٹھائیس لاکھ جرمن اور سات لاکھ زیچ لوگ رہتے تھے۔

(۲) زیکوسلوویکیا کو تقریباً بارہ ہزار مربع میل زمین جرمنی کو حوالے کرنی پڑی۔ محافظت کے وہ قلعہ جات جو میجنیوٹ لائن کے نام سے مشہور تھے اور جن کی تعمیر پر زیکوسلوویکیا نے تقریباً پانچ کروڑ پونڈ صرف کئے تھے سب کے سب جرمنی کے حوالے کر دیئے گئے۔

(۳) ملک کی ریل اور رسائل کے سلسلے منقطع ہو گئے اور ملک کے ۵۱ فیصدی کوئلے کی کانیں جرمنوں کے حوالے کرنی پڑیں۔

(۴) سپرد کردہ علاقوں میں کانچ اور کپڑے کے بڑے بڑے کارخانے تھے۔

میونچ کانفرنس کی سفارشات کی بناء پر جو بین الاقوامی کمیشن مقرر ہوا اس نے اپنا کام برلن میں شروع کیا اس کمیشن میں برطانیہ فرانس اور اٹلی کے سفیر مقیم برلن تھے جرمنی کی جانب سے جرمنی کا خارجی سکریٹری شریک ہوا۔

زیکوسلوویکیا کا اخبار "لڈوولسٹی" اپنی اشاعت مورخہ ۷ر اکتوبر ۳۸ء میں لکھتا ہے :-

"سفیروں کی اس کانفرنس کا آخری الٹی میٹم ہماری خراب سے خراب امیدوں سے بھی تجاوز کرتا ہے۔ حق خودمختاری کو الٹ پلٹ کر دیا گیا ہے۔ زیکوسلوویکیا کے باشندوں سے آباد شہر جن میں ایک بھی جرمن نہیں رہتا ہے۔ بغیر کسی سبب اور انصاف کے زیکوسلوویکیا سے علیحدہ کئے جا رہے ہیں جن کے بغیر قوم آئندہ ترقی نہیں کر سکتی ہے۔ یہ غیر ممکن حکم ذرائع رسائل اور ریپبلک کے اقتصادی نظام کے بوہیمیا سے موریویا تک دو ٹکڑے کر رہا ہے۔"

میونخ پیکٹ پر
چند خیالات

میونخ پیکٹ پر چند خیالات

گذشتہ باب کے واقعات سے ناظرین پر بخوبی روشن ہو گیا ہوگا کہ برطانیہ نے دنیا کے امن کو قائم رکھنے کے لئے کیسی سخت کوشش کی ایکطرف مسٹر چیمبرلین برطانیہ کے دیرینہ اقتدار اور وقار کا خیال نہ کرتے ہوئے صلح و آشتی پر مُصر تھے دوسری جانب مسٹر ہٹلر ان کوششوں کو ٹھکراتے ہوئے جنگ کا دیوتا بنکر بنی نوع انسان کی خونریزی پر تلا ہوا تھا۔ مسٹر چیمبرلین نے جیسا کہ گذشتہ باب سے ظاہر ہے محض امن قائم رکھنے کے لئے زیکوسلوویکیا کو سخت سے سخت شرائط قبول کر لینے پر مجبور کیا اس امن پسند پالیسی کیوجہ سے مسٹر چیمبرلین اور برطانیہ پر طرح طرح کے نقرے کسے گئے اور شدید سے شدید نکتہ چینی کی گئی مگر دنیا کی بہبودی کے لئے انہوں نے سب باتیں برداشت کیں۔ ذیل میں چند رائیں میونخ پیکٹ کے متعلق پیش کی جاتی ہیں۔

مسٹر چرچل نے میونخ پیکٹ کے بعد دارالعوام میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"جرمنی کا ڈکٹیٹر (ہٹلر) بجائے اپنی خوراک کو میز پر سے چھین اور جھپٹ کر کھانے کے اس بات پر مطمئن ہو گیا ہے کہ لوگ (یعنی برطانیہ اور فرانس) اسکو میز پر کھلانا کھلانے کی خدمت انجام دیں اُس نے

ہمیں پستول دکھلا کر ایک پونڈ طلب کیا۔ جب دیدیا گیا تو اس نے پستول دکھلا کر دو پونڈ طلب کئے۔ بالآخر جرمنی کا ڈکٹیٹر ایک پونڈ سترہ شلنگ لینے پر رضامند ہو گیا۔ اور بقایا تین شلنگ کے بدلے میں مستقبل میں خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کے وعدے حاصل کرکے مطمئن ہو گیا (میونچ پیکٹ کے ذریعہ) ہمکو مکمل اور غیر مشکوک شکست فاش ہوئی ہے!"

مسٹر ڈف کوپر جو اس وقت بحری نوجوں کے فرسٹ لارڈ تھے میونچ پیکٹ کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ستمبر ۱۹۳۸ء کے آخری روز وزیراعظم برطانیہ میونچ سے لندن لوٹے وہ میونچ میں ایک ایسا معاہدہ کرکے آئے تھے جس کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ مستقل امن کا باعث ہوگا۔ حالانکہ اُس شام کو بارش ہو رہی تھی لیکن پھر بھی ان کا بحیثیت ایک فاتح کے پرجوش استقبال کیا گیا اور ہوائی اسٹیشن سے قصر ابیض تک انہوں نے فاتحانہ شوکت سے سفر کیا۔ ڈوننگ اسٹریٹ (جہاں وزیراعظم رہتے ہیں) میں بھی دوستوں اور رفقاء کار نے ان کو بڑی مبارکبادیاں دیں۔ (میونچ پیکٹ کے بارے میں) وزارت میں بھی نہ تو کوئی بازپرس کی گئی اور نہ کوئی نکتہ چینی کی گئی ایسے حالات میں میرے رفقاء کار کی موجودگی میں میں نے یہ اپنا فرض سمجھا کہ ان کو (مسٹر چیمبرلین کو) اپنا استعفیٰ پیش کر دوں۔

حالانکہ یہ کوئی آسان اور خوشگوار کام نہیں۔"

مسٹر ڈف کوپر نے ۳ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو دارالعوام میں اپنا استعفیٰ پیش کرنے کی وجوہات بیان کیں۔

"وزیر اعظم برطانیہ ہٹلر کی نیک نیتی اور وعدوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ وزیر اعظم صحیح ہوں۔ میں اپنی پوری صفائی قلب کے ساتھ، مسٹر اسپیکر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری خواہش ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ وہ صحیح ہوں لیکن میں ایسا یقین نہیں کرسکتا جیسا کہ وہ (وزیر اعظم) یقین کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں ایسا کر سکتا میں ایک ایسے رہبر کے نفٹنٹ (اسسٹنٹ) کی حیثیت سے خدمت کرنے کے حق سے خود کو محروم کر رہا ہوں جسکی میں اپنے دل میں اب بھی تعریف کرتا ہوں اور جس سے محبت کرتا ہوں۔ شاید ایسا کرنے میں میں نے اپنی سیاسی زندگی تباہ کر لی ہے لیکن یہ ایک معمولی بات ہے۔ کم از کم میں نے ایک چیز باقی رکھی ہے جسکی قیمت میرے نزدیک بہت بڑی ہے یعنی میں اب بھی دنیا کے سامنے اپنا سر اونچا کر کے چل سکتا ہوں۔"

لارڈ سیسل نے برطانوی اخبار "ڈیلی ٹیلگراف" میں ایک خط کے دوران میں میونخ پیکٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے شدید نکتہ چینی کی۔

"ہٹلر کی شرائط منظور کر لینے کے معنی زیکوسلوویکیا کی آزادی کو

ختم کر دینا ہے۔ اس کے معنی صلح کے معاہدات سے ہماری صریح عہد شکنی ہے۔ اس کے معنی نازی گورنمنٹ کی عزت اور وقار میں زبردست اضافہ اور برطانیہ کی عزت اور وقار میں زبردست زوال ہے اس کے معنی اس نظریئے کو قبول کر لینا ہے کہ وحشی قوت ہی ایک ایسی واحد چیز ہے جو کہ بین الاقوامی معاملات میں زبردست وزن رکھتی ہے۔ اور یہ کہ وحشی قوت کی بجائے معقولیت اور انصاف کو کام میں لانے کی امید ہمیشہ کے لئے ترک کر دینی چاہئے۔"

میجر گراہم پول نے ایک مضمون "امن بیعزتی کے ساتھ" کے عنوان سے لکھا ہے۔

"وزیر اعظم نے برطانیہ کے لئے امن خریدا ہے لیکن کس قیمت پر اور کتنے عرصہ کے لئے؟ چھ ہفتے۔ چھ مہینے یا چھ سال کے لئے؟ وہ ایک دلیر شخص ہوگا جو کہ یقین کرے کہ ایک ڈکٹیٹر کے وعدوں پر ایک سال کے واسطے بھی بھروسہ کیا جا سکتا ہے جب کہ ہم نے ان وعدوں کو جب کبھی بھی موقع اچھا نظر آیا ٹوٹتے ہوئے دیکھا ایک مالک مکان کے لئے یہ تو آسان ہے کہ وہ ایک نقب زن کو وہ چیزیں جو وہ طلب کرتا ہے دیکر امن خرید لے۔ لیکن اس مالک مکان کا اخلاق اچھا نہیں کہا جا سکتا اگر وہ اپنے امن خریدنے کے لئے کسی غیر کی چیزیں نقب زن کے حوالے کر دے۔ لیکن یہ ہے جو ہمارے وزیر اعظم نے ہمارے لئے عارضی امن خریدنے کیلئے کیا ہے۔"

مشہور انگریز اخبار نویس اور سیاست داں مسٹر ورنن بارٹلٹ نے
" ورلڈ ریویو" میں تحریر کیا۔

" اور وہ کاغذ جس پر مسٹر ہٹلر اور چیمبرلین نے میونخ میں دستخط کئے
اس امر کا اعتراف ہے کہ اس جھگڑے میں جرمنی کو فتح ہوئی ہے"

زیکوسلو ویکیا کی گورنمنٹ نے کہا۔

" ہم شکست خوردہ نہیں ہیں۔ ہم جھکے محض مصیبت اور خونریزی سے
بچنے کے لئے ہم امن برقرار رکھنے کے واسطے خود کو قربان کر رہے
ہیں جس طرح کہ حضرت مسیح نے انسانیت کے تحفظ کے لئے خود کو
قربان کر دیا۔ ہم خود الزام کو ملزم کے سر ڈالنے کی کوشش نہیں کرینگے
تاریخ خود اس کا فیصلہ کریگی۔ ہم تنہا کھڑے ہیں!"

امریکہ نے بھی عام طور سے میونخ پیکٹ پر نکتہ چینی کی" نیویارک ٹائمز"
نے تحریر کیا۔

" اس (میونخ پیکٹ) میں جنگ عظیم کے بعد جو حفاظتی نظام باہمی
صلحناموں اور معاہدوں کے ذریعہ قائم کیا گیا تھا اس کا خاتمہ
نظر آتا ہے۔ واقعی اس کا خاتمہ ہے کیوں کہ اس چیز کا مظاہرہ
کیا جا رہا ہے کہ قوت ہی مختلف اقوام کے تعلقات کے لئے
فیصلہ کن چیز ہے۔"

اخبار" شکاگو ہیرلڈ ٹریبون" نے کہا۔

" دو مغربی جمہوری ریاستوں (برطانیہ اور فرانس نے زیکوسلو یکیا کو

نہ صرف قربان گاہ کے آستانے پر رکھا بلکہ انہوں نے اسے حکم دیدیا
ہے کہ خودکشی کرے تاکہ زیکوسلو دیکیا کے تحفظ کے بارے میں اپنے
معاہدوں کی تکمیل کی تکالیف سے بچ سکیں۔"

مندرجہ بالا تبصرات سے پورا پورا ثبوت ملتا ہے کہ برطانیہ امن قائم رکھنے کے لئے سخت سے سخت نکتہ چینی بھی برداشت کرنے کو تیار تھا۔ اُسے "بزدل۔ کم ہمت اور تجارت پیشہ۔ ڈرپوک" کہا گیا مگر اُس نے امن پسندی کے اصول کو ہاتھ سے نہ کھویا۔

زیکوسلوویکیا
کا
خاتمہ

۴

زیکوسلوویکیا کا خاتمہ

معاہدۂ میونخ کے بعد دنیا خیال کرنے لگی کہ اب جنگ نہ ہو گی اور ممالک یورپ کے تعلقات خوشگوار ہو جائینگے کیونکہ برطانیہ اور فرانس نے میونخ میں جرمنی کو اُن علاقوں سے بھی زیادہ علاقے دیدیئے جتنے کہ خود ہٹلر نے گوڈسبرگ کی ملاقات کے دوران میں مسٹر چیمبرلین سے طلب کئے تھے۔ چنانچہ ہٹلر نے بھی ظاہر کر دیا "مجھے زیکوسلوویکیا کی ریاست میں اب کوئی دلچسپی نہیں رہیگی" میونخ کے تصفیہ کے بعد ہی مسٹر چیمبرلین اور ہٹلر نے ایک معاہدے پر جسے مسٹر چیمبرلین نے مرتب کیا تھا دستخط کئے۔ مسٹر ورنن بارٹلٹ تحریر کرتے ہیں۔

"مسٹر چیمبرلین نے میونخ میں اپنی ہوٹل میں مہمانوں کی کتاب میں بڑی محنت سے تحریر کیا اور تب اپنے سامنے ایک کاغذ کو پھیلایا جس پر میں نے اڈولف ہٹلر کے اوپر نیچے جلتے ہوئے دستخط دیکھے ہم میں سے اکثر نے گذشتہ روز چوبیس گھنٹے تک کام کیا تھا اور ہمارے دماغ اُن چند فقروں کی اہمیت سمجھنے میں سست تھے جن کی رو سے برطانیہ کے وزیر اعظم اور جرمنی کے فیوہرر نے اس بات پر اتفاق کیا

جنوب مشرقی یورپ

کہ ان دونوں کے ملکوں میں باہمی جنگ کبھی نہ ہو۔ یہ دستاویز جو کہ فاتحانہ طور پر (مسٹر چیمبرلین نے) بعد میں ہیسٹن کے مقام پر مجمع کے سامنے ہاتھ سے اپنے سر پر ہلائی گو ایک قانونی صلحنامہ نہیں۔ لیکن اس کے ذریعہ ایک سخت ترین دور کا خاتمہ ہوا جو کہ ایک صلحنامہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اس معاہدے کے تین فقرے تھے۔

(۱) جرمنی اور انگلستان کے تعلقات کا سوال ان دونوں ملکوں اور یورپ کے لئے اولین اہمیت رکھتا ہے۔

(۲) جس معاہدے (یعنی معاہدہ میونخ) پر گذشتہ شب دستخط ہوئے اور انگلستان اور جرمنی کے بحری معاہدے کو ہم دونوں ملکوں کے باشندوں کا یہ اظہار خواہش سمجھتے ہیں کہ ایک دوسرے کے خلاف کبھی جنگ نہ کرینگے۔

(۳) ہمارا ارادہ ہے کہ ہم آیندہ کسی مسئلے کے پیدا ہونے پر باہمی گفت و شنید کے طریقے کو اختیار کرینگے۔ اور ہمارا مصمم ارادہ ہے کہ دونوں ملکوں میں اختلافات ہٹانے کی کوشش جاری رکھینگے اور اس طرح یورپ کے امن کو مستقل بنانے میں امداد کرینگے۔"

اگر بہ نظر غور دیکھا جائے تو یہ شرائط ایک معاہدے کا درجہ نہیں رکھتیں بلکہ یہ دونوں ملکوں کی رائے کا اظہار تھا اور جس میں ایک ملک نے دوسرے ملک کی عزت کرنے کا یقین دلایا تھا۔ لہذا ان شرائط کی تعمیل یا عدم تعمیل

محض فریقین کے ارادوں پر منحصر تھی۔

معاہدہ میونخ کے بعد زیکو سلوکیا میں صرف تین خود مختار صوبہ رکھے (۱) سلوویکیا۔ (۲) زیکیا اور (۳) کار پیتھین یوکرین ان صوبائی حکومتوں کی مرکزی حکومت پریگ میں تھی جس کے ہاتھ میں فوج۔ مالیات۔ اور معاملات خارجہ تھے۔

جیسا کہ گذشتہ باب میں تحریر کیا جا چکا ہے معاہدۂ میونخ پر شدید نکتہ چینی ہوئی ان نکتہ چینیوں میں مسٹر ونسٹن چرچل۔ مسٹر ڈف کوپر اور مسٹر ایڈن ہی تھے جنہوں نے اس معاہدے کے بارے میں اپنی ناراضگی ظاہر کی۔ برطانیہ کے لوگوں نے اول اول ان نکتہ چینیوں کی طرف قطعی توجہ نہیں دی اور خیال کرتے رہے کہ معاہدہ میونخ کے بعد جرمنی قطعی مطمئن ہو جائیگا۔ ۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو سار برکن میں تقریر کرتے ہوئے ہٹلر نے ان نکتہ چینیوں پر شدید حملے کئے اور دوران تقریر ہدایت کی:

"یہ بہتر ہوگا کہ انگلستان کے لوگ معاہدۂ ورسیلز کے دور کا برتاؤ اور اظہار سلوک چھوڑ دیں۔ اب ہم یہ برداشت نہیں کرینگے۔ کہ لوگ ایک حاکم کی حیثیت سے جرمنی کو سرزنش کریں۔ مدبرین کو چاہیے کہ وہ اپنے معاملات سے تعلق رکھیں اور دوسرے ملکوں کے معاملات میں متواتر دست اندازی نہ کریں۔"

فوراً ہی انگلستان میں عوام کی آنکھیں کھل گئیں۔ لوگ کہنے لگے کہ میونخ کے معاہدے کو قطعی نظر انداز کر دیا گیا ہے اور جرمنی پھر خوفناک ارادے رکھتا ہے۔ حکومت برطانیہ نے بھی فوراً سامان جنگ کی تیاری کا کام زور سے

شروع کر دیا۔ لیکن ہٹلر ان تمام حالات سے ناواقف نہیں تھا۔ اس نے پھر مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اور یکم جنوری ۱۹۳۹ء کو سال نو کے آغاز کے موقع پر برکٹسگیڈن میں تقریر کرتے ہوئے اس نے ظاہر کیا۔

"عموماً ہم صرف ایک خواہش رکھتے ہیں کہ آئندہ سال میں تمام دنیا میں امن قائم کرنے کی کوشش میں ہم اپنا حصہ دینے کے قابل ہوں"

لیکن جرمنی کے اخباروں نے پھر شور برپا کر دیا کہ زیچ لوگ سلووکیا کے باشندوں کو ستا رہے ہیں اور ان چند جرمنوں کو جو زیچیا اور سلووکیا میں رہ گئے ہیں۔ گوناگوں مظالم کا شکار بنایا جا رہا ہے۔ سلووکیا کے باشندوں کو عموماً اور وہاں کے چند سر برآوردہ سیاست دانوں کو خصوصاً زیچ لوگوں کے خلاف اکسایا گیا۔ چنانچہ سلووکیا کے چند لیڈروں نے اعلان کرنا شروع کر دیا کہ پریگ کی مرکزی حکومت کو کوئی حق نہیں کہ وہ سلووکیا کی فوج۔ معاملات خارجہ اور مالیات پر اپنا قابو رکھے۔ انہوں نے سلووکیا کی علیحدہ فوج کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے معاملات خارجہ کے لئے بغیر زیکو سلووکیا کے وزیر خارجہ کو اطلاع دینے کے برلن میں اپنے وزیر بھیجے۔ اور یہ شورش اتنا اتنا زور پکڑ گئی کہ سلووکیا میں ڈاکٹر ٹکا اور دیگر سیاسین نے یہ تحریک شروع کر دی کہ سلووکیا کو زیکوسلوکیا سے قطعی بے تعلق اور خود مختار کر دیا جائے اور زیکوسلوکیا کی مرکزی حکومت کا اس پر کوئی قابو نہ رہے۔ اسی طرح کار پیتھیین یوکرین کے چھوٹے سے صوبے میں بدنظمی رونما ہوئی جب کبھی مرکزی حکومت نے جرمنی سے درخواست کی کہ میونخ کانفرنس سے بچے ہوئے

زیکوسلو ویکیا کی اندرونی آزادی کا لحاظ رکھا جائے تو جواب ملا کہ زیکو سلو ویکیا کو چاہئے کہ وہ اپنی خانگی سیاسی زندگی جلد سے جلد ریشس (جرمن حکومت) کے سیاسی طرز کے مطابق کرے اور یہ کہ اُسے چاہئے کہ وہ سلو ویکیا کے لوگوں سے خوشگوار تعلقات پیدا کرے اور اپنے گھر کا انتظام ٹھیک کرے۔

چنانچہ جرمنی کو مطمئن کرنے اور اپنے گھر کا انتظام ٹھیک کرنے کے لئے پریگ کی مرکزی حکومت نے اب عملی قدم اٹھایا اور ایک زیچ جنرل کو کارپیتھین یوکرین روانہ کیا جس نے جا کر شورش فرد کر دی۔ تب اس مرکزی حکومت نے سلو ویکیا کے اُن لیڈروں اور وزیروں کو جو ملک میں شورش پیدا کر رہے تھے برخاست کر دیا ان برخاست شدہ لوگوں میں مسٹر ڈرنکاکی وزیر اور ڈاکٹر ٹسو وزیر اعظم بھی تھے۔ اول الذکر نے برخاست ہو کر جرمنی کا رخ کیا اور ویانا کے براڈکاسٹنگ اسٹیشن سے سلو ویکیا کے حکام کو ہدایت کی کہ وہ مرکزی حکومت کے احکام کی فرمانبرداری کرنے سے انکار کریں۔ مسٹر ٹسو برخاست شدہ وزیر اعظم نے ہرہٹلر سے اپیل کی چنانچہ ہرہٹلر نے اُسے ۱۳ مارچ ۱۹۳۹ء کو برلن بلایا۔ برلن سے ڈاکٹر ٹسو نے بذریعہ ٹیلیفون مطالبہ کیا کہ سلو ویکیا کی ڈائٹ (پارلیمنٹ) کا اجلاس طلب کیا جائے تاکہ جرمنی کے زیر حفاظت مکمل آزادی حاصل کرنے کا ووٹ لیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ جرمن اخباروں نے بے بنیاد افواہیں شائع کیں اور لکھنے لگے کہ زیکیا کے شہروں میں زیچ لوگ جرمنوں

پر سخت مظالم کر رہے ہیں اور پریگ ایک مسلح کیمپ بنا دیا گیا ہے جہاں کثیر فوج جمع کی گئی ہے اور ایک زبردست فوجی سرگرمی نظر آتی ہے یہ پروپیگنڈا قطعی غلط اور دروغ آمیز تھا۔ ذیل میں مشہور سیاسی مصنف مسٹر ڈگلس رِیڈ کے ایک مضمون کا اقتباس درج ہے جس سے پریگ کی صحیح حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

" دوسری رپورٹ وہ ہے جو اس وقت جبکہ میں ۱۴ مارچ کو یہ لکھ رہا ہوں میرے سامنے موجود ہے اور وہ رپورٹ یہ ہے کہ پریگ ایک " فوجی کیمپ " بنا دیا گیا ہے۔ پریگ اس وقت ایک ایسا عجیب منظر پیش کر رہا ہے کہ جو کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا جبکہ حکومت ایک مایوس کن اور گہرے اجلاس میں تمام رات سے ناشتے کے وقت تک پہاڑ کے اوپر قلعہ میں مشغول ہے جبکہ صدر ہاچا اور حکومت کا استعفیٰ غالباً جلد ہی پیش ہونیکو ہے اور جبکہ ملک پر جرمنی کا کچھ یا مکمل قبضہ جلد ہونے والا ہے عوام آنے والے واقعات سے قطعی بے خبر ہیں لوگ اپنے روزمرہ کا کام خاموشی سے کر رہے ہیں کسی بات سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کوئی خلاف معمول حادثہ پیش آنے والا ہے۔ پریگ میں تم گھنٹوں ہی موٹر میں پھرو مگر ایک بھی سپاہی نظر نہ آئیگا۔ شہر تریب المرگ ہے مگر بے خبر ہے۔"

زیکوسلوکیا میں زبردست بد امنی رونما ہو چکی تھی ۱۰ مارچ کو مرکزی حکومت

کے خلاف بغاوت منظم کردی گئی۔ اگلا اوراور برنو میں بھی شورش پیدا ہو چکی تھی۔ اور ہرجرمن اخبار پرزور پروپگنڈے میں مشغول تھے کہ ۱۴ مارچ کو زیکوسلوویکیا کے صدر کو حکم ملا کہ وہ برلن میں ہٹلر سے ملاقات کرے۔ مسٹر ہاچا صدر زیکوسلوویکیا فوراً روانہ ہوئے اور اُسی شب دس بجے برلن پہونچے اور ہٹلر کے دفتر میں حاضر ہوئے۔ نصف شب کی طویل ملاقا کے بعد جیسا کہ پریگ کے ریڈیو نے ظاہر کیا، مسٹر ہاچا کو کوئی چارا نہیں تھا سوائے اس کے کہ اپنی قوم کو جرمنی حکومت کی حفاظت میں سونپ دے۔ چنانچہ اُسی شب کے چار بجے صدر ہاچا نے ذیل کی دستاویز پر اپنے دستخط کر دئیے:

"زیکوسلوویکیا کے صدر نے اعلان کردیا ہے کہ امن کی آخری منزل پر پہونچنے کے لئے وہ زچ قوم اور اس کے ملک کی قسمت جرمن حکومت کے فیوہرر کے ہاتھ میں پورے اطمینان کیساتھ سونپ دیگا"

اس دستاویز پر دستخط کردینے کے بعد جرمن محافظوں کے ساتھ صدر ہاچا پریگ لوٹے اس کے بعد ہر ہٹلر کی جانب سے اعلان کردیا گیا کہ زچ لوگوں نے اپنے حق خود رائی کو استعمال کیا ہے اور جرمن افواج بوہیمیا اور موریویا میں مکمل قبضہ کرنے کے لئے داخل ہونگی اور ان کی مخالفت سختی سے توڑدی جائیگی۔" اس ذریعہ سے" ڈاکٹر گیبلس نے اعلان کیا۔ "زیکوسلوویکیا کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا ہے" مذکورہ دستاویز پر دستخط ہوتے ہی چار بجے پریگ کے ریڈیو نے زچ لوگوں کو ملک کی سپردگی کی اطلاع

دی اور فوج کو ہدایت کی کہ جرمن افواج کا مقابلہ نہ کرے۔ چھ بجے ہی جرمنی
افواج نے بوہیمیا اور موریویا پر قبضہ کر لیا۔ رات کو نو بجے ہٹلر پریگ میں
داخل ہوا اس سے قبل اس کی خفیہ پولیس پہونچکر بہت سی گرفتاریاں کر چکی
تھی۔ جرمنی کا سواستک جھنڈا ہرڈشن محل پر لہلہا رہا تھا۔

۱۶ مارچ کو ایک حکم کے ذریعہ بوہیمیا اور موریویا ایک پروٹکٹوریٹ
(ملک زیر حفاظت جرمنی) قائم کر دیئے گئے جن کا جرمن محافظ پریگ
میں رہنے کو تھا۔ ان کے معاملات خارجہ جرمن محافظ کے زیر تحت تھے
اور جرمن النسل باشندے جرمن حکومت کے دستور کے براہ راست پابند
تھے۔ اسی دن ڈاکٹر ٹسو نے ہٹلر سے ایک باقاعدہ درخواست کی کہ جسے
منظور کرتے ہوئے ہٹلر نے سلوویکیا کو بھی جرمنی کی حفاظت میں لے لیا

برطانوی پارلیمنٹ میں ۱۵ مارچ کو تقریر کرتے ہوئے مسٹر چیمبرلین
نے کہا کہ جرمنی نے میونچ پیکٹ پر دستخط کرنے والے دوسرے شرکاء کی رائے
کے بغیر اپنی افواج اُن حدود سے آگے بھیجی ہیں جنھیں اس نے معاہدہ
میونچ میں منظور کر لیا تھا۔ اور ایسے لوگوں کے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے جن
کے ساتھ جرمنی کا نسلی تعلق نہیں۔ مسٹر چیمبرلین نے یہ بھی ظاہر کیا کہ برطانیہ
نے جو وعدہ زیکوسلوویکیا سے کیا تھا وہ اب ناقابل عمل ہے کیونکہ سلوویکیا
نے خود کو جرمنی کے حوالے کر دیا اور زیکوسلوویکیا کی زندگی ختم ہو چکی ہے۔

زیکوسلوویکیا کے خاتمہ سے جرمنی کو بہت طاقت پہونچی۔ قریب
ڈیڑھ کروڑ انسانوں کی آبادی بڑھ گئی۔ کاشتکاری کے بہت سے ذرائع

اور چیٹر کی لکڑی کے ذخیرے دستیاب ہوئے۔ بوہیمیا اور موریویا کی مکمل صنعت قبضہ میں آگئی اسکوڈا کے مشہور اور زبردست اسلحہ سازی اور سامان جنگ کے کارخانے ہاتھ لگے تقریباً چھ کروڑ پونڈ کا سونا اور خارجی ملکیت بھی حاصل ہوگئی۔

گو اس قبضہ سے جرمنی کو بہت اقتدار حاصل ہوگیا مگر دوسری طرف اس حرکت سے تمام دنیا میں عموماً اور یورپ میں خصوصاً غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ خود برطانیہ ہی میں ایک کافی بڑی جماعت اب تک امن پسندی کی پالیسی پر قائم رہنا مناسب سمجھتی تھی اور اس جماعت نے اب تک ہٹلر کی کسی گذشتہ حرکت کے خلاف آواز نہ اٹھائی تھی اور جب کبھی ہٹلر نے کسی معاہدہ کو توڑا تو اسے اس کی حرکت کے جائز یا ناجائز ہونے کے بارے میں شبہ کا فائدہ دیا گیا۔ لوکارنو کے معاہدے کو توڑنے اور رہائن لینڈ پر قبضہ کر لینے سے گو خاصی تشویش پیدا ہوگئی تھی مگر اس امن پسند طبقہ نے اس حرکت کی حمایت کی اور نکتہ چینیوں سے سوال کیا کہ کیا جرمنی کو اپنے علاقے کو مسلح کرنے کا اخلاقی حق نہیں ؟ آسٹریا پر حالانکہ جابرانہ طریقے سے قبضہ کیا گیا تھا مگر اس کے لئے یہ عذر پیش کیا گیا کہ آسٹریا کے لوگ خود ہی جرمن حکومت میں ملنے کے لئے متفکر تھے انہوں نے صلحنامہ ورسیلز کے وقت ہی یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ آسٹریا کو جرمنی میں ملا دیا جائے میونخ کانفرنس کے موقع پر علاقہ جات حاصل کرنے کے لئے جو دباؤ ڈالا گیا اس کے لئے بھی یہ بہانہ ہو سکتا تھا کہ جرمنی جیسی زبردست

حکومت یہ برداشت نہ کر سکتی تھی کہ جرمن النسل لوگ کسی غیر حکومت کے تحت میں رہیں۔ غرضکہ ۱۵ مارچ ۱۹۳۹ء تک کوئی عذر اور حیلا ایسا نکل آتا تھا جس سے امن پسند طبقہ یہ سمجھتا تھا کہ ہٹلر کے اقدام میں کوئی غیر معمولی چیز نہیں وہ یہ خیال کرتا تھا کہ ہٹلر خود ہی چند عرصے میں خاموش ہوکر بیٹھ جائیگا۔ لیکن پریگ کے قبضہ نے سب کچھ بدل ڈالا۔ چند گھنٹوں میں برطانیہ کے لوگوں نے بخوبی سمجھ لیا کہ امن پسندی کی پالیسی قطعی ناکامیاب ثابت ہوگئی ہے انہوں نے اب گذشتہ چند برسوں کے واقعات پر نظر ڈالی تو انہیں معلوم ہوگیا کہ اس پالیسی کا ڈکٹیٹر طاقتوں نے کتنا فائدہ اٹھایا۔ حبش۔ اسپین۔ رہائن لینڈ۔ آسٹریا اور زیکوسلوویکیا ڈکٹیٹروں کے آہنی پنجوں میں گرفتار ہو چکے تھے،

دوسری طرف برطانیہ نے اس پالیسی سے کیا فائدہ اٹھایا؟ محض دوستوں اور دشمنوں کی یکساں نفرت اور حقارت! اب ظاہر ہو چکا تھا کہ ہٹلر تو عالمگیر فتوحات کے لئے نکلا ہے اور وہ دن دور نہیں جب وہ ان چھوٹی چھوٹی طاقتوں کو ہضم کر کے خود برطانیہ پر حملہ آور ہو۔ اب برطانیہ والوں کے دلوں میں غصہ اور خوف پیدا ہوا۔ مسٹر چیمبرلین کے لئے معاہدۂ میونخ کی یہ صریح خلاف ورزی نہ صرف ایک قومی اور بین الاقوامی تخریب تھی بلکہ انکی ذاتی بےعزتی تھی۔ چنانچہ پریگ پر جرمنی کا قبضہ ہوجانے کے دو دن بعد مسٹر چیمبرلین نے بمقام برمنگھم اپنے مجروح جذبات کا ذیل کے الفاظ میں اظہار کیا:-

کیا یہ ایک پُرانی مہم کا انجام ہے یا ایک نئی مہم کا آغاز؟ کیا یہ ایک کمزور حکومت پر آخری حملہ ہے یا اس کے بعد پھر ایسے حملے ہوں گے؟ کیا یہ درحقیقت تمام دنیا پر جبر سے قبضہ کرنے کی کوشش کی طرف ایک قدم ہے؟

پولینڈ پر حملہ

پولینڈ پر حملہ

جب جرمنی نے معاہدہ میونخ سے باقی ماندہ زیکوسلوویکیا پر قبضہ کرلیا تو برطانیہ کو قطعی یقین ہو گیا کہ اب پولینڈ کی خیر نہیں اب تک برطانوی حکومت یہ خیال کرتی تھی کہ ہٹلر محض اپنے حقوق حاصل کرنیکی کوشش کر رہا ہے لیکن پراگ پر قبضہ کر لینے کے بعد یہ یقین ہو گیا کہ اس کا مقصد دوسروں کے حقوق کو غصب کرنا تھا جس طرح زیکوسلوویکیا نے آسٹریا کی سرحد پر کوئی فوجی تعمیرات تیار نہ کی تھیں کیونکہ اُسے آسٹریا سے کوئی خوف نہیں تھا۔ اسی طرح پولینڈ نے زیکوسلوویکیا کی سرحد پر قلعہ جات کی تعمیر ضروری نہ سمجھی تھی۔ لہٰذا اب پولینڈ خطرے میں تھا کیونکہ زیکوسلوویکیا کی آزادی کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ لندن پیرس اور وارسا میں یہ خوف تھا کہ کہیں ہٹلر پولینڈ پر یک لخت حملہ نہ کر دے پولینڈ کی کوئی قدرتی سرحدیں نہیں تھیں اور اسی وجہ سے روس اور جرمنی نے بارہا اس پر حملے کئے اور بالآخر سنہ ۱۷۹۶ء میں پورے پولینڈ پر قبضہ کر کے اُسے نقشہ یورپ سے مٹا دیا۔ سنہ ۱۷۹۶ء سے سنہ ۱۹۱۸ء تک یعنی تقریباً ایک سو بائیس سال تک پولینڈ والوں نے اپنی آزادی واپس حاصل کرنیکی جد و جہد جاری رکھی

جنگ عظیم کے بعد ۱۹۱۸ء میں ۳ نومبر کو اتحادی یہ کوشش بارآور ہوئی اور پولینڈ
کی نئی پبلک کا اعلان کر دیا گیا اور مسٹر پیڈر وسکی اس کے پہلے صدر مقرر ہوئے
جب جنگ عظیم کے بعد پیرس میں صلح کی کانفرنس منعقد ہوئی تو اسے پولینڈ
کی از سر نو قائم کردہ ریاست کی حدود مقرر کرنے میں بڑی دقت پیش آئی
صدر امریکہ مسٹر ولسن کا منجملہ دیگر نکات کے تیرھواں مطالبہ یہ تھا کہ ایک
آزاد پولینڈ کی ریاست قائم کی جائے "جس میں وہ علاقے شامل ہوں
جن میں بلاشبہ پول لوگ آباد ہیں اور اس (ریاست) کو سمندر تک پہونچنے
کے لئے ایک آزاد اور محفوظ راستہ دیا جائے"
جرمنی کی حکومت نے اس شرط کو منظور کر لیا تھا مگر دقت یہ تھی کہ
یہ آزاد اور محفوظ راستہ کس طرح حاصل کیا جائے۔ صرف بحیرہ بالٹک
ہی ایسا سمندر تھا جس کے لئے پولینڈ کو راستہ دیا جا سکتا تھا اور یہ راستہ
دریائے وسچولا سے ملحق علاقہ ہی کے ذریعہ دیا جا سکتا تھا۔ لیکن یہاں بھی
یہ دقت تھی کہ دریائے وسچولا کے مین دہانے پر ہی جرمنی کا شہر ڈینزگ
آباد تھا جس میں جرمنی لوگوں کی زبردست اکثریت تھی اس لئے یہ مسئلہ
درپیش ہوا کہ اس راستے کو کس طرح نہ صرف آزاد بلکہ محفوظ بنایا جائے۔
اولاً تو یہ تجویز ہوا کہ ڈینزگ کے شہر کو باوجود جرمن اکثریت کے پولینڈ
کے حوالے کر دیا جائے لیکن مسٹر لائڈ جارج اس تجویز کے خلاف تھے۔
دوسری تجویز پر غور کیا گیا۔ دریائے وسچولا کے مغربی کنارے پر پول لوگ
زبردست اکثریت میں آباد تھے لہذا یہ علاقہ پولینڈ کی ریاست میں شامل

کر دیا گیا۔ ڈینزگ کے شہر کے بارے میں یہ طے پایا کہ ایک ہائی کمشنر کے
تحت میں وہ ایک آزاد اور غیر مسلح شہر بنا دیا جائے۔ اس ہائی کمشنر کے
تقرر لیگ اقوام کیا کرے۔ ڈینزگ کے شہر کے لئے علٰحدہ پارلیمنٹ اور دستور
سیاسی قائم کر دیا گیا اس تجویز سے پولینڈ کی سمندر تک پہونچنے کے لیے راستہ
(کوریڈر) ملگیا جس میں پول لوگوں کی آبادی کثرت سے تھی اور چند شرائط
کیساتھ اسے ڈینزگ کی بندرگاہ استعمال کرنیکا حق بھی ملگیا۔ دوسری
طرف جرمن لوگوں کی اکثریت والا شہر ڈینزگ پولینڈ کے سپرد نہ کیا گیا۔ کوریڈر
اور ڈینزگ کی اس نئی تجویز سے پولینڈ کو سمندر تک ایک آزاد اور محفوظ راستہ
ملگیا۔ حالانکہ صلح کی کانفرنس کے انعقاد کے وقت جرمنی نے اس تجویز کو بخوشی
تسلیم کیا لیکن جلد ہی اس کے خلاف آواز بلند کرنا شروع کر دیا کہ کوریڈر کے
ذریعہ جرمنی کا شرقی پرشیا جرمنی خاص سے قطعی الگ کر دیا گیا ہے اور
ذرائع آمدورسائل میں ایک زبردست خلیج پیدا کر دی گئی ہے۔ جرمنی کے
اخباروں نے ڈینزگ اور کوریڈر کے حل کے خلاف ایک مسلسل پروپگنڈا
شروع کر دیا ہٹلر جب برسر اقتدار ہوا تو عموماً یہ خیال کیا جانے لگا کہ وہ فوراً
اس طے شدہ تجویز کی خلاف ورزی کرے گا لیکن یہ خیال غلط نکلا کیونکہ
۲۶ جنوری ۱۹۳۴ء کو اس نے پولینڈ سے ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے
اس نے وعدہ کیا کہ ڈینزگ اور کوریڈر کی طے شدہ اسکیم میں کم ازکم دس
سال تک کوئی تبدیلی نہ کی جائیگی اور اس معاہدے کے بعد بھی وقتاً فوقتاً
ہٹلر پولینڈ کو اس بات کا اطمینان دلاتا رہا کہ وہ اس معاہدے پر پوری

طرح سے پابند رہیگا۔

لیکن جب مارچ ۱۹۳۹ء میں جرمنی نے پورے زیکوسلوویکیا پر قبضہ کر لیا تو پولینڈ کو پورا یقین ہو گیا کہ اب پولینڈ کی خیریت نہیں۔ پولینڈ کا یہ خیال صحیح نکلا ۲۱ مارچ ۱۹۳۹ء کو برلن میں ہروان رِبن ٹراپ جرمنی کے وزیر خارجہ نے پولینڈ کے سفیر سے دوران گفتگو میں کہا کہ ڈینزگ کے مسئلے کو سلجھانے کے لئے فوراً گفت وشنید شروع کر دی جائے۔ اُس نے مطالبہ کیا کہ ڈینزگ کا آزاد شہر جرمنی کے حوالے کر دیا جائے۔ اور کوریڈر میں سے کچھ حصہ جرمنی کو سونپ دیا جائے اس کے عوض میں جرمنی پولینڈ سے وعدہ کریگا کہ جرمنی پولینڈ کے اقتصادی مفاد کا احترام کریگا اور ایک معاہدے پر دستخط کریگا جس کی رو سے ایک ملک دوسرے ملک پر کم از کم پچیس سال تک حملہ آور نہ ہوگا۔ ہروان ربن ٹراپ کے ان مطالبات سے پولینڈ کی حکومت کو ایک زبردست تشویش پیدا ہوگئی اور انہوں نے اپنی محافظت کے لئے سرحد پر دفاعی انتظامات شروع کر دیئے مبادا جرمنی فوری حملہ کر دے جرمنی مطالبات کے جواب میں پولینڈ نے کہا کہ جرمنی اور پولینڈ ڈینزگ کو یقین دلائیں اور وعدہ کریں کہ اس کی آزادی برقرار رکھی جائے گی۔ اس کے علاوہ پولینڈ نے کہا کہ جرمنی کو کوریڈر میں آمد ورسائل کی پوری آسانی دیدی جائیگی لیکن یہ علاقہ جرمنی کے حوالے نہ کیا جائیگا۔ پولینڈ سے یہ جواب پا کر ہٹلر نے جرمن پارلیمنٹ میں اظہار کیا کہ پولینڈ نے جرمنی کی شرائط کو ٹھکرا دیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ جرمنی ریڈیو اور اخباروں نے یہ پروپگنڈا شروع کر دیا کہ پولینڈ

والے جرمن اقلیت کے ساتھ نہایت برا سلوک کر رہے ہیں اور جرمنی کے ارادے قطعی پر امن ہیں۔ پولینڈ کا سرکاری اخبار "کوریر پوریني" تحریر کرتا ہے

"جرمنی کا سرگرم پروپگنڈا جو کہ اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ جرمنی کے ارادے پر امن ہیں درحاصل جرمنی کی فتوحات کی اسکیم پر پردہ ڈالنے کے مقصد سے کیا جا رہا ہے۔ جرمن سیاستدان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ وسطی مشرقی یورپ کے فتح کرنے میں جرمنی کی راہ میں پولینڈ ایک زبردست رکاوٹ ہے۔ اگر پولینڈ پر قبضہ کر لیا جائے تو تمام اقوام اور ریاستیں جو کہ بحر بالٹک سے ایجیئن سمندر تک ہیں جرمنی کی مٹھی میں آجائیگی۔ یہ دیکھکر کہ وہ پولینڈ کو براہ راست حملے سے نہیں کچل سکتا جرمنی پولینڈ کی آزادی کو ڈینزگ پر قبضہ کر کے پولینڈ کو بالٹک سمندر سے دور کر کے خطرے میں ڈالنا چاہتا ہے اور فریڈرک اعظم کے اس پرانے قول اور اصول پر عمل کرنا چاہتا ہے کہ "جو کوئی ڈینزگ میں حکومت کرتا ہے وہ وارسا (دارالحکومت پولینڈ) کے بادشاہ سے زیادہ طاقت رکھتا ہے۔"

ان تشویشناک حالات کو دیکھکر وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چیمبرلین نے ۳۱ر مارچ ۱۹۳۹ء کو دارالعوام میں تقریر کرتے ہوئے پولینڈ پر جرمنی کے مجوزہ حملے کی افواہوں کا حوالہ دیا اور اپنی خواہش ظاہر کی کہ ڈینزگ کا مسئلہ برلن اور وارسا میں باہمی سمجھوتے کے ذریعہ حل کر لیا جائے۔ مسٹر چیمبرلین نے مزید کہا۔

ایک ایسی کارروائی کی صورت میں جو صاف طور پر پولینڈ

کی آزادی خطرے میں ڈالتی ہو اور جس کا پولینڈ کی حکومت اپنی

قومی نوجوان کو مدد سے مقابلہ کرنا ضروری سمجھے شہنشاہ برطانیہ

کی حکومت اپنے لئے پابند سمجھے گی کہ پولینڈ کو فوراً ہر امکانی

مدد دیجائے۔ انہوں نے (برطانیہ) نے پولینڈ کی حکومت کو اس

اس امر کا یقین دلایا جائے "

یہ ایک نہایت ہی اہم اعلان تھا جس کے ذریعہ وزیر اعظم برطانیہ نے

پولینڈ کو یقین دلایا تھا کہ اگر جرمنی پولینڈ پر حملہ آور ہو گا تو انگلستان پولینڈ

کی آزادی بچانے کے لئے جرمنی سے لڑیگا۔ جیسا کہ خیال تھا ہٹلر اس انکشاف

سے بہت برافروختہ ہوا دوسرے روز ہی یعنی پہلی اپریل ۱۹۳۹ء کو اس اعلان

کے جواب میں ہٹلر نے مشتعل ہو کر اپنی تقریر کے دوران میں کہا۔

" جرمنی دوسری قوموں پر حملہ کرنے کا خواب نہیں دیکھ رہا ہے۔ ہم

نے وسطی یورپ کو بہت خوشحالی بخشی ہے۔ یعنی امن۔ ایسا امن جس کی

محافظت جرمنی قوت کرتی ہے۔ اور یہ قوت دنیا کی کسی قوت

سے نہ توڑی جائیگی۔ یہ ہماری قسم ہے۔ جو طاقت نہیں رکھتا

وہ زندہ رہنے کا حق کھو دیتا ہے...... جرمنی قوم کو خدا نے

اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ ایک ایسے قانون کی فرمانبرداری

کیا کرے جو انگریزوں اور فرانسیسیوں کی مرضی کے مطابق ہو

بلکہ وہ اپنے حقوق کی پاسبانی کرے۔ اور اسی کام کے لئے ہم زندہ

ہیں۔ اگر وہ آج کی جرمنی سے یہ توقع رکھیں کہ وہ پڑوس کی چھوٹی
ریاستوں کو من مانی کارروائی کرنے دے اور یہ ریاستیں جرمنی
کے خلاف کارروائی کرنا اپنا فرض سمجھیں تو وہ لوگ امروزہ جرمنی
کو جنگ سے قبل کی جرمنی سمجھنے کے مغالطے میں پھنسے ہوئے ہیں۔"
اس طرح مشتعل ہو کر ہٹلر نے ۲۸ اپریل کو جرمنی اور برطانیہ کے بحری
معاہدے کو مسترد کر دیا اور اس کی وجہ یہ بتلائی کہ برطانیہ جرمنی کے اردگرد
حلقہ ڈال کر جرمنی کو محصور کرنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف اس نے پولینڈ اور
جرمنی کی ۱۹۳۴ء والی صلح کو بھی مسترد کر دیا اور اس کا سبب یہ ظاہر کیا کہ پولینڈ
جرمنی کے وعدے پر ایک تیسری طاقت (برطانیہ) کی امداد کے وعدے کو ترجیح
دیتا ہے۔ اس کا جواب پولینڈ کی جانب سے کرنل بیک نے دیا کہ جرمنی اور
اور پولینڈ کے ۱۹۳۴ء والے معاہدے میں یہ قطعی درج نہیں تھا کہ پولینڈ
دوسری طاقت سے دوستانہ نہ رکھے کرنل بیک نے یقین دلایا کہ پولینڈ
جرمنی سے از سرِ نو معاہدہ کرنیکو تیار ہے اور اپنے جواب میں لکھا کہ

"یہ ظاہر ہے کہ ایک ایسی گفت و شنید جس میں ایک ریاست مطالبات
مرتب کرے اور دوسری ریاست انکو بغیر کسی ترمیم کے منظور کرنے پر
مجبور کیجائے ۱۹۳۴ء کے معاہدے کی منشا کے مطابق نہیں ہو سکتی
و نیز پولینڈ کے مفاد اور وقار کے خلاف ہے"

اسی درمیان میں ایک طرف تو برطانیہ اور فرانس نے یہ کوشش شروع
کی کہ دیگر ممالک کو اپنا ہمخیال بنایا جائے دوسری طرف جرمنی نے بھی یہ

کوشش سرگرمی سے شروع کردی۔ برطانیہ نے روس اور ترکی سے گفت وشنید شروع کی۔ جہاں تک ترکی کا سوال تھا برطانیہ کو کافی کامیابی حاصل ہوگئی لیکن روس سے گفت وشنید کا ہنوز آغاز ہی تھا کہ وہاں کے وزیر خارجہ مسٹر لٹونیوف جو برطانیہ کے ہمدرد سمجھے جاتے تھے اپنی جگہ سے برخاست کر دیئے گئے۔ جب جرمنی نے دیکھا کہ برطانیہ روس کو اپنا دوست بنانے کی جدوجہد میں مشغول ہے تو اسنے بھی اپنی تمامتر توجہات اس امر پہ صرف کر دیں کہ برطانیہ کو اس کوشش میں ناکامیاب بنادیا جائے لھذا چند دنوں کے لئے پولینڈ کی بجائے روس کا دارالحکومت ماسکو سیاسی تگ و دو کا مرکز بن گیا۔ ہٹلر نے اپنے سفیر متعیم ماسکو کاونٹ شلنبرگ کو ہدایت کی ہر قیمت پر برطانیہ کی کوشش ناکامیاب بنادی جائے کیونکہ اُسے خوف تھا کہ پولینڈ کے بارے میں صرف روس ہی ایک طاقتور ملک تھا جس کا مفاد درپیش ہو سکتا تھا لہذا ہٹلر اس موقع پر یہ نہیں چاہتا تھا کہ روس پولینڈ اور برطانیہ کا طرفدار بن کر جرمنی کے مقابل کھڑا ہو جائے۔

روس اور جرمنی کے دوستانے میں کئی دشواریاں تھیں۔

(۱) اول تو یہ ہٹلر اپنے عروج کے آغاز سے ہی روس اور اُس کے بالشویک اصولوں کا سخت مخالف تھا (۲) اُسے خوف تھا کہ روس پولینڈ کا بڑا حصہ طلب کریگا۔ (۳) اٹلی اور جاپان کے خفا ہو جانے کا اندیشہ تھا کیونکہ یہ دونوں ممالک روس اور اس کے اصولوں کے خلاف تھے (۴) خود جرمنی میں بالشویک تحریک کے زور پکڑ جانے کا خوف تھا

لیکن یہ وقت کا تقاضا تھا کہ کسی حالت میں بھی روس اور برطانیہ کا اتحاد نہ ہو۔ دوسری طرف برطانوی حکومت نے بھی اس معاملے میں تساہل سے کام لیا اور بجائے حکومت کے کسی باوقار اور مدبر وزیر کو ماسکو بھیجنے کے دفتر خارجہ میں سے مسٹر ولیم اسٹرنگ کے بھیجنے پر اکتفا کیا نتیجہ یہ ہوا کہ برطانیہ کو ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑا اور جرمنی اپنی کوششوں میں کامیاب ہوگیا اور ۲۱ اگست ۱۹۳۹ء کو روس اور جرمنی نے ایک معاہدے پر دستخط کر دیئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہٹلر کو جولائی ۱۹۳۹ء ہی میں یقین ہو چکا تھا کہ روس جرمنی سے معاہدہ کر لیگا اُسنے پولینڈ پر قبضہ کرنیکی اسکیم مکمل کر رکھی تھی۔ جولائی ۱۹۳۵ء کو جرمن زرد فوج کے سپاہیوں کے نام احکامات صادر کر دیئے گئے کہ وہ خود کو اگست کے دوسرے ہفتے میں خدمات کے لئے پیش کریں۔ دوسری طرف ڈینزگ کے آزاد شہر میں ہر فوئرسٹر جرمنی کے اشارے سے جرمنوں کو منظم کرکے پولینڈ کے خلاف کر چکا تھا۔ ڈینزگ کے جرمن پولینڈ کے حکام کو مشتعل کرنیکی غرض سے خلاف قانون حرکتیں کرنے لگے۔ غرضکہ ایک طرف تو جرمنی تمام جنگی تیاریاں مکمل کرکے پولینڈ پر یورش کرنے کو تیار تھا دوسری طرف اُس نے ڈینزگ آزاد شہر کو پولینڈ کے خلاف تیار کر لیا تھا۔

ڈاکٹر ہرمین راشننگ ڈینزگ پارلیمنٹ کے سابق صدر جو خود نازی رہ چکے ہیں تحریر کرتے ہیں۔

"جرمنی تقریباً بیس لاکھ سپاہی مسلح رکھتا ہے مزید پانچ لاکھ سپاہی

چند دنوں میں خدمات کے لئے طلب کئے جائیں گے۔ پولینڈ پر حملہ
کرنے کے لئے کئی فوجیں ہیں۔ نہ صرف ڈینزگ ہی مسلح اور تیار ہے کہ
مقررہ لمحہ پر جرمن حکومت میں شامل ہو جانے کا اعلان کر دے۔
تقریباً تین لاکھ جرمن فوج سلوویکیا میں ہے اور کریکو پر حملہ کرنے کو
تیار ہے۔ بارود اور دیگر سامان جنگ کے کثیر ذخیرے "آزاد"
سلوویکیا میں اس جرمن فوج کے لئے جمع ہیں۔ دوسری افواج
تھورین۔ پوسن اور اوپری سلیشیا کی جانب تعین کر دی گئی
ہیں سیجفریڈ لائن پر افواج نے پوری قوت کے ساتھ مورچوں
پر اپنی جگہ لے لی ہے۔ خوراک اور سامانِ جنگ مکمل طور پر جمع ہو گیا
ہے۔ وہ دستے جن کے ذمہ یہ کام ہے کہ جنگ کی صورت میں رچوں
کی مرمت کریں پہونچ چکے ہیں۔ ۱۵ اور یا ۲۰ اگست یہ ہیں وہ تاریخیں
جو کارروائی کے لئے مکمل طور پر تیار رہنے کے لئے مقرر کی گئی ہیں
یہ یقینی ہے کہ فوجوں کا یہ اجتماع صرف ڈینزگ کیلئے نہیں کیا گیا ہے"

۴ اگست ۳۹ء کو ڈینزگ کی پارلیمنٹ نے پولینڈ کے حکام
محصول کو اطلاع دیدی کہ آئندہ ان کو ڈینزگ میں محصول وصول کرنیکا
کوئی حق نہ ہوگا۔ پولینڈ کی حکومت نے اس کے خلاف قانونی احتجاج
کیا اور کہا کہ یہ کارروائی خود ڈینزگ کے دستور سیاسی کے خلاف ہے
بہرحال ڈینزگ کی پارلیمنٹ نے پولینڈ کی بات تسلیم کر لی۔ اس کے
چار دن بعد جرمنی نے اس معاملہ میں دخل اندازی کی اور کہا کہ ڈینزگ کے

خلاف پولینڈ کا احتجاج الٹی میٹم کی صورت رکھتا ہے اور اندیشہ ہے کہ کہیں اس سبب سے جرمنی اور پولینڈ کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جائے جس کے نتائج کی تمام ذمہ داری پولینڈ پر ہوگی۔ فوراً ہی جرمن اخباروں نے پولینڈ کے خلاف زبردست پروپگنڈا شروع کر دیا اور جرمن ریڈیو اور اخبار یکساں آواز پیدا کرنے لگے کہ پولینڈ والے اپنے ملک میں جرمن لوگوں پر شدید مظالم کر رہے ہیں گو جرمنی کے ارادے قطعی پُرامن ہیں مگر وہ ان مظالم کو برداشت نہیں کر سکتا۔ پولینڈ ڈینزگ پر حریص نگاہیں ڈال رہا ہے۔ ذیل میں پولینڈ کے سرکاری اخبار کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ جرمنی کس طرح پروپگنڈا کر رہا تھا۔ یہ اخبار لکھتا ہے۔

"اسی طرح جرمن لوگ حریص پولینڈ سے ڈینزگ کو بچا رہے ہیں۔ وہ پولینڈ جو "پُرامن" جرمنی کو ڈراتا ہے۔ کم و بیش یہ مضمون ہے۔ اُس رسالے کا جس کا عنوان "ڈینزگ۔ یہ سب کس لئے ہے؟" ہے اور جس رسالہ کو ہر فکس ڈینزگ پارلیمنٹ کے پروپگنڈے کا افسر اعلیٰ اس وقت انگلستان میں تقسیم کر رہا ہے لیکن اس پُرامن رسالے میں بھی ہر فکس اس بات کو نہیں چھپاتا کہ ڈینزگ کا مسئلہ جرمنی اس لئے پیش کر رہا ہے تا کہ جرمنی اور پولینڈ میں ایک فیصلہ کن گفت و شنید ہو جائے۔ کس قسم کی گفت و شنید؟ اس گفت و شنید کی نوعیت کو جو جرمن لوگوں کے

دماغ میں ڈینزگ کے نیو حیر فوٹرسٹر نے اس طرح ظاہر کیا ہے
ڈیلی اکسپرس کے ایک انٹرویو کے دوران میں ہر فوئرسٹر نے تسلیم
کر لیا ہے کہ جرمنی کا مقصد یہ ہے کہ مشرق میں جنگ عظیم سے قبل کے
علاقہ جات پر واپس قبضہ کرلے..... ڈینزگ کا جرمنی میں ملا لیا
جانا پولینڈ کی تعتیم کا پیش خیمہ ہوگا۔

ایسی مکدر فضا دیکھکر برطانیہ کی حکومت نے ہر ممکن کوشش کی کہ جرمنی
اور پولینڈ میں تصادم نہ ہو۔ انہوں نے ایک طرف تو وارسا (دارالحکومت
پولینڈ) کو رائے دی کہ ضبط و تحمل سے کام لیا جائے دوسری طرف برلن کو
بار بار تنبیہ کی گئی کہ کوئی جارحانہ کارروائی نہ کی جائے۔

یہاں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ ۲۸ مئی ۳۹ء کو ہی برطانوی
سفیر مقیم برلن سر نیول ہنڈرسن نے فیلڈ مارشل گورنگ کو کہدیا تھا۔
"پریگ پر یک لخت حملے سے شہنشاہ برطانیہ کی حکومت اور عوام نے
ارادہ کر لیا ہے کہ آئندہ جارحانہ کارروائی کا مقابلہ کیا جائے۔ اگر
جرمنی نے ڈینزگ کے اور کوریڈر کے مسئلے کو ایسی جارحانہ کارروائی
کے ذریعہ حل کرنے کی کوشش کی جو کہ پولینڈ کے لوگوں کو اپنی آزادی
بچانے کے لئے ہتھیار اٹھانے پر مجبور کر دے تو ہم اور فرانس اور
دیگر ممالک جنگ میں شامل ہو جائیں گے اور جس کے نتائج ایسے
تباہ کن ہونگے جیسے کہ ایک دنیا کی جنگ میں ہو سکتے ہیں۔"

اسی طرح کی تنبیہ لارڈ ہیلی فیکس اور برطانوی سفیر مقیم برلن اور

وزیر اعظم برطانیہ نے یکے بعد دیگرے کئی شاید ہٹلر کا یہ خیال تھا کہ روس اور جرمنی کے معاہدے سے برطانیہ مرعوب ہو کر خاموش ہو جائے گا۔ لیکن اس مغالطہ کو بھی دور کر دیا گیا اور روس اور جرمنی کے معاہدے پر دستخط ہو جانے کے دوسرے ہی دن یعنی ۲۲ اگست ۱۹۳۹ء کو مسٹر چیمبرلین نے ہٹلر کو ایک ذاتی خط لکھا جس کے دوران میں تحریر کیا کہ :-

"...... جرمن اور سوویٹ (یعنی روس) کے معاہدہ کی خواہ کچھ بھی نوعیت ہو وہ برطانیہ کی پولینڈ کی جانب جو ذمہ داری ہے اُسے تبدیل نہیں کر سکتا ...... اس طرح ہماری پوزیشن کو قطعی صاف کر کے میں اپنے یقین کا مکرر اظہار کرتا ہوں کہ ہمارے دونوں لوگوں کی باہمی جنگ سب سے بڑی بدبختی ہوگی جو کہ واقع ہو سکتی ہے مجھے یقین ہے کہ نہ تو اسے ہمارے لوگ چاہتے ہیں اور نہ تمہارے اگر محض باہمی اعتماد کی صورت واپس پیدا ہو جائے جو کہ گفت و شنید کو موجودہ فضا سے مختلف فضا میں واقع ہونے دے تو مجھے کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی جو کہ جرمنی اور پولینڈ کے مسائل قوت کو استعمال کئے بغیر حل نہ ہونے دیتی ہو ہم ہمیشہ تیار رہے ہیں اور رہیں گے کہ ایسی فضا پیدا کرنے میں امداد کر سکیں جس میں اس قسم کی گفت و شنید کیجا سکے اور جس میں یہ ممکن ہو سکے کہ باہمی رائے سے آئندہ کے بین الاقوامی تعلقات کے متعلق بڑے مسائل پر بحث کر سکیں جنمیں ہمارا اور تمہارا مفاد ہے

اس خط کو سر نیول ہنڈرسن نے لیجا کر ہٹلر کو اسکی جائے رہائش پر دیا۔ اُن سے ہٹلر نے دوران ملاقات میں جواب دیا کہ" اسے برطانیہ کی اس پیشکش میں کوئی دلچسپی نہیں کہ دونوں ملکوں کے مفاد کے مسئلہ پر عام بحث کی جائے بلکہ اس کے ہم قوم جرمنوں پر جو مظالم پولینڈ میں ہو رہے تھے وہ فوراً بند ہو جانا چاہئے۔ ڈینزگ کا معاملہ حل ہونا چاہئے اور ہو گا۔"

اس خطرناک حالت کو دیکھکر پوپ شاہ بلجیم اور صدر امریکہ مسٹر روز ویلٹ نے متعلقہ حکومتوں سے اپیل کی کہ جنگ سے ہر حالت میں پرہیز کیا جائے۔ ۲۴ اگست کو صدر امریکہ نے ایک اپیل ہر ہٹلر اور صدر پولینڈ کو بھیجی جس میں استدعا کی کہ کم از کم ایک مقررہ وقت کے لئے جنگ نہ چھیڑیں اور اس درمیان معاملات کو باہمی گفت و شنید یا پنچوں کے ذریعے یا صلح نامہ کے ذریعہ طے کریں۔

"میں امریکہ کے لوگوں کی جانب سے بلکہ امن پسند مرد اور عورت خواہ وہ کسی ملک کے ہوں انکی جانب سے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میں نے اوپر جو ذرائع پیش کئے ہیں اُن میں سے کسی ذریعے سے آپ کے ملک اور پولینڈ کے درمیان جو خشکلات پیدا ہو گئی ہیں ان کو حل کر لیا جائے۔"

پولینڈ کے صدر مسٹر موسا کی نے فوراً مسٹر روز ویلٹ کی پیشکش منظور کر لی جس کی اطلاع بذریعہ تار انہوں نے (مسٹر روز ویلٹ) ہر ہٹلر کو

کی اور مزید استدعا کی۔

"تمام دنیا استدعا کرتی ہے کہ جرمنی بھی منظور کرلے۔"

لیکن ہر ہٹلر نے منظور نہ کیا۔ اُسنے برطانیہ کے سفیر سر نیول ہنڈرسن کو ایک طویل خط میں لکھا کہ جرمنی اپنی مشرقی سرحد پر ایسے مظالم آمیز حالات کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور پولینڈ کے تصفیہ کو آخری طور پر طے کرنے کا مکمل ارادہ کر چکا ہے اور اس کے طے کرنے کے بعد وہ برطانیہ سے تمام معاملات سلجھانے کو تیار ہوگا۔ اس کے جواب میں برطانیہ نے کہا کہ برطانیہ معاملات پر بحث کرنے کو تیار ہوگا بشرطیکہ جرمنی اور پولینڈ کی دشواریاں پُر امن طریقے پر حل کیجائیں انہوں نے مزید کہا کہ "برطانیہ کے مفاد کے لئے وہ ایک ایسے تصفیے کے لئے ہرگز رضامند نہ ہونگے جس کے ذریعہ ایک ایسی ریاست کی آزادی جسکو برطانیہ نے قول دے رکھا ہو خطرے میں پڑتی ہو۔"

۲۹ اگست ۳۹ء کو سات بجے شام ہٹلر نے اپنا آخری جواب سر نیول ہنڈرسن کو دیدیا جنہوں نے ملاقات کے دوران میں پورا اندازہ لگالیا کہ ہٹلر پولینڈ پر حملہ کرنے پر تلا ہوا تھا خواہ اس کے نتائج کچھ بھی ہوں۔ بہر حال ہٹلر نے برطانیہ اور پولینڈ کو صحیح ارادوں سے بے خبر رکھنے لئے یہ طے کرنا چاہا کہ دوسرے دن پولینڈ کی جانب سے ایک ایسا سفیر جرمنی آئے جو پولینڈ کی طرف سے تمام معاملات آخری طور پر طے کرنے کا حق رکھتا ہو۔ پولینڈ کی حکومت اس شرط کو

منظور نہ کر سکتی تھی کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ ڈاکٹر اسکنشنگ اور صدر ہاچا کے ساتھ نہایت ناروا سلوک کیا گیا تھا۔ لہٰذا پولینڈ کی حکومت نے کہا کہ بجائے اس کے کہ پولینڈ ایسا ایک سفیر بھیجے معاملات حسب معمول دفتر خارجہ کے ذریعہ گفت وشنید کر کے طے کر لئے جائیں۔ پولینڈ کی رائے سے فرانس اور برطانیہ نے بھی اتفاق کیا۔ لیکن جرمنی کو یہ منظور نہ تھا۔

پہلی ستمبر ۱۹۳۹ء کو علی الصبح جرمن فوجوں نے پولینڈ پر حملہ کر دیا۔ اسی سہ پہر کو سرنیول ہنڈرسن سفیر برطانیہ کو حکومت برطانیہ کی جانب سے ہدایات ملیں کہ وہ جرمن حکومت کو اطلاع دیدیں کہ

"یا تو جرمنی حکومت شہنشاہ برطانیہ کی حکومت کو تسلی بخش اطمینان دلائے کہ جرمن حکومت نے پولینڈ کے خلاف جارحانہ کارروائی بند کر دی ہے اور اپنی فوجوں کو پولینڈ کی سرزمین سے فوراً واپس طلب کرنے پر آمادہ ہے ورنہ شہنشاہ برطانیہ کی حکومت بلا کسی رد و کد کے پولینڈ سے اپنا وعدہ پورا کریگی۔"

اسی طرح کا ایک نوٹ فرانسیسی سفیر نے جرمن حکومت کو دیا لیکن جرمن حکومت نے کوئی جواب نہیں دیا اور پولینڈ پر حملہ جاری رہا۔ جرمن ہوائی جہازوں نے پولینڈ پر تباہی برسانا شروع کر دیا مجبوراً ۳ ستمبر کو برطانیہ کی حکومت نے سرنیول ہنڈرسن کو بذریعہ تار اطلاع کی کہ وہ جرمن حکومت کو اطلاع دیدیں کہ اگر برطانیہ کے پہلی ستمبر والے مراسلے کا تسلی بخش جواب اگر آج ۳ ستمبر (برطانیہ کی

گرمی کے موسم) کی گیارہ بجے تک نہ دیا گیا تو اسی ساعت سے دونوں ملک برسرِ جنگ ہوں گے۔" لیکن کوئی اطمینان بخش جواب نہ دیا گیا۔ اسی روز ٹھیک گیارہ بجکر ۱۵ منٹ پر اتوار کے روز برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر چیمبرلین نے بذریعہ وائرلیس دنیا کو اطلاع دی کہ برطانیہ جرمنی سے برسرِ جنگ ہے۔

"ہم سب کے لئے یہ دن الم انگیز ہے اور کسی کے لئے اتنا الم انگیز نہیں جتنا میرے لئے ہے۔ وہ تمام چیزیں جن کے لئے میں نے کوشش کی ہر وہ چیز جس کے لئے میں نے امید کی اور ہر وہ چیز جس کا یقین میں نے اپنی پبلک زندگی میں رکھا پاش پاش ہو چکی ہے۔ تم قیاس نہیں کر سکتے میرے لئے یہ کتنا صدمۂ عظیم ہے کہ امن قائم رکھنے کے لئے میری تمام جد و جہد ناکامیاب رہی تاہم میں یقین نہیں کر سکتا کہ اس (جد و جہد) سے زیادہ یا اس جد و جہد سے مختلف میں کچھ اور کر سکتا جو کہ اس سے زیادہ کامیاب ثابت ہوتی آخر تک یہ قطعی ممکن تھا کہ جرمنی اور پولینڈ میں ایک باعزت اور رہا امن معاہدہ کروا دیا جاتا۔ لیکن ہٹلر کو یہ منظور نہیں تھا۔ ہمارا ضمیر صاف ہے ہم نے وہ سب کچھ کیا ہے جو کہ ایک ملک میں امن قائم رکھنے کے لئے کر سکتا تھا لیکن ایک ایسی صورت جس میں جرمنی کے حکمران کے کسی قول پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اور کوئی قوم یا ملک اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھ

پولینڈ کی تاریخی تقسیم
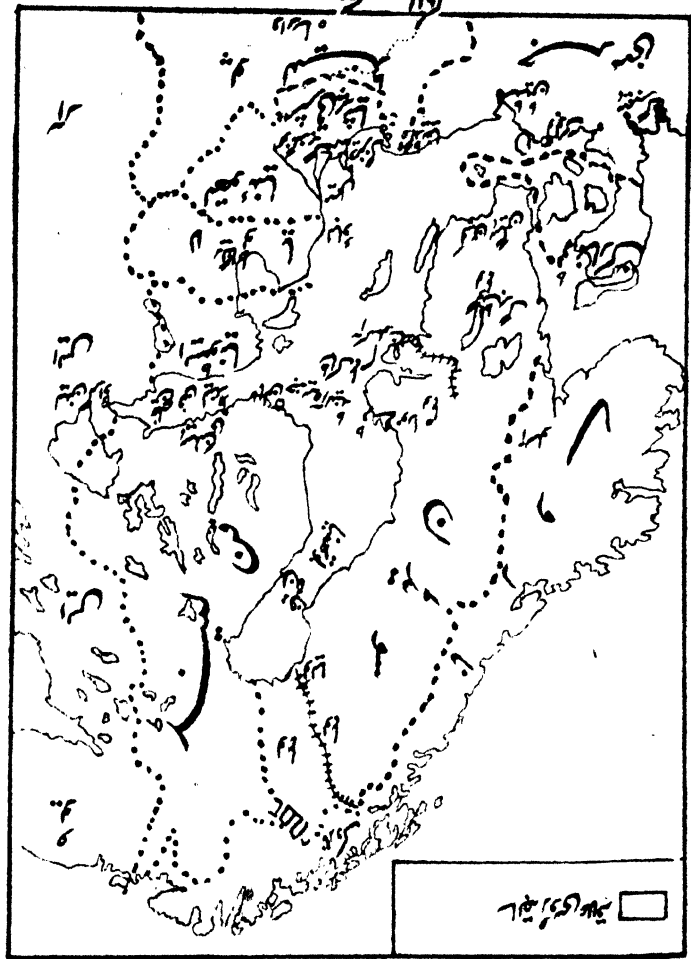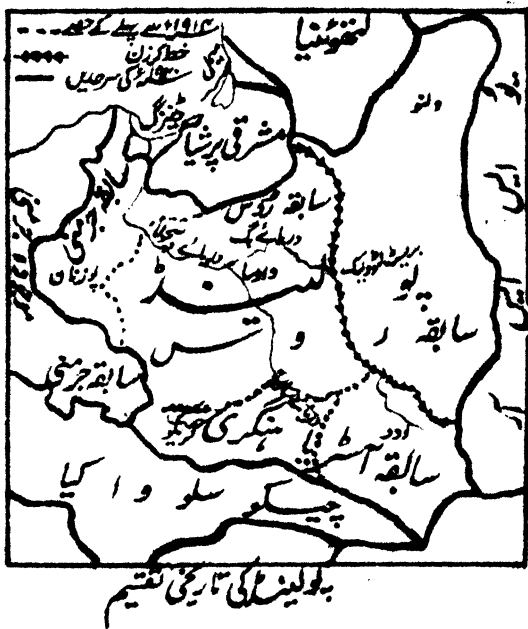
سکتا ناقابل برداشت ہوگئی ہے۔ اب خدا تم سب کا بھلا کرے
کیونکہ وہ بری چیزیں ہیں جن کے خلاف ہم لڑینگے۔ وحشی
قوت۔ برا اعتقاد۔ ناانصافی۔ ظلم اور اذیت.... ایسی
توقع رکھنے کا کوئی موقع نہیں ہے کہ یہ شخص کبھی اپنی خواہشات
حاصل کرنے کے لئے قوت کا استعمال ترک کر دے گا۔ وہ
صرف قوت ہی سے روکا جا سکتا ہے!"

جنگ اور ہندوستان

جنگ اور ہندوستان

ہز ایکسلنسی لارڈ لنلتھگو وائسرائے ہند نے ۳ ستمبر کو شملے سے ہندوستان کے لوگوں کے نام ایک پیغام براڈ کاسٹ کرتے ہوئے کہا

"آپ سب سن چکے ہیں کہ جمعہ کو علی الصبح جرمنی کی مسلح فوجوں نے پولینڈ کی سرزمین پر حملہ کر دیا۔ جرمنی کی حکومت نے کوئی الٹی میٹم نہیں دیا۔ انہوں نے پولینڈ کی حکومت کو کوئی اطلاع نہیں کی۔ ان کے جنگی ہوائی جہازوں کے متعلق خبر ہے کہ کھلے شہروں پر بم برسا رہے ہیں اور شہری آبادی کا کثیر جانی نقصان ہو چکا ہے۔

جو کچھ گذرا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ پولینڈ کو بھی اسی دھمکی سے دو چار ہونا پڑا جس کو زیکوسلوویکیا کو ایک سال قبل سابقہ پڑا تھا۔ ایک ایسے مطالبے کا سامنا کرتے ہوئے کہ وہ خود کی سرزمین اور رعایا کے بارے میں بھی ایک غیر طاقت کا حکم منظور کرے۔ پولینڈ نے مضبوطی سے کھلا رہنا طے کیا ہے۔ اس لئے اسکی فوجیں بے رحم طاقت کے خلاف جو اسے مغلوب کرنا چاہتی ہے بہادری سے اپنی سرحد کی محافظت کر رہی ہیں۔

شہنشاہ برطانیہ کی حکومت نے اور فرانس کی حکومت نے اعلان کر دیا ہے کہ تشدد آمیز کارروائی کے خلاف انہوں نے جو

وعدے پولینڈ سے کر رکھے تھے ان کو پورا کریں گے۔ یہ ہیں وہ حالات جنکی وجہ سے ہم آج خود کو جرمنی کے خلاف برسر جنگ پاتے ہیں۔

جو مسائل در پیش ہیں وہ ظاہر ہیں۔ جس لائحہ عمل اور جن طریقوں کو جرمنی نے اختیار کیا ہے اگر ان کو منظور کر لیا جائے تو دنیا میں زندگی ناممکن ہو جائے گی۔ اس کے معنی تشدد کی فتح اور قانون قوت کی عظمت ہوگی ایسے حالات میں کوئی محفوظ نہیں رہ سکتا اور ہم میں سے کسی کے لئے دماغی سکون نہ ہوگا۔ اس معاملہ میں جرمنی کا پولینڈ پر بغیر اعلان جنگ کے جارحانہ حملہ اس کے گذشتہ کارناموں کے عین موافق ہے۔

ہمیں جو چیز در پیش ہے وہ یہ کہ ان اصولوں کی جو آئندہ انسانیت کے لئے اہم ہیں محافظت کی جائے۔ بین الاقوامی انصاف و بین الاقوامی اخلاق کے اصول۔ یہ اصول کہ مہذب انسان کو چاہئیے کہ قوموں کے جھگڑوں کو معقولیت سے طے کرنے کے لئے رضامند ہو نہ کہ قوت سے یہ اصول کہ انسانوں کے معاملات میں جنگل کے قانون اور قوی ترین کے مطالبے کو بغیر سچائی اور انصاف کے غالب نہیں ہونے دیا جا سکتا۔ اس چیلنج (دعوت جنگ) کا جواب نہ دینے کے معنی انسانیت کے لئے صحیح ترقی اور صحیح نشو و نما کی امید کو پاش پاش کر دینا ہوگا۔ جب تک کہ دنیا میں یہ بے رحم و رجابر چیز موجود ہے

بنی نوع انسان کو روحانی آزادی نصیب نہیں ہو سکتی۔

ہندوستان سے زیادہ ان اصولوں کو کہیں نہیں نبھایا جاتا

ہندوستان سے زیادہ کوئی ایسا ملک نہیں جو ہر دور میں ان کو محفوظ رکھنے کے لئے ہندوستان سے زیادہ فکر مند رہا ہو۔ شہنشاہ کی حکومت کسی خود غرضی کے مقصد کی وجہ سے جنگ میں شامل نہیں ہوئی ہے انہوں نے بنی نوع انسان کے اہم اصولوں کی محافظت کے لئے ایسا کیا ہے تہذیب کی باقاعدہ ترقی کی حفاظت کے لئے، یہ حاصل کرنے کے لئے کہ قوموں کے جھگڑے قوت کے ذریعہ نہیں بلکہ مساوات اور پُر امن ذریعہ سے جو مصیبت کہ اب دنیا کو ڈرا رہی ہے اس سے بچنے کے لئے انہوں نے کوئی کوشش باقی نہ چھوڑی۔

آج کی شام میں زیادہ تفصیل سے نہیں بولنا چاہتا۔ میں جو کچھ بھی آپ سے کہہ سکتا ہوں اس سے کہیں زیادہ اہم اس زبردست مہم میں آپ میں سے ہر ایک کی امداد ہوگی، مجھے یقین ہے آپ بھی میرے ساتھ یہ محسوس کریں گے کہ سخت امتحانات کے ایام میں جو ہمیں درپیش ہیں فتح (سچ کی جیت) صرف ہتھیاروں سے ہی حاصل نہ کیجا سکے گی۔ ہم سب کو ان اندرونی اور روحانی طاقتوں پر بھروسہ کرنا ہوگا جو کہ زندگی کی تمام بڑی مشکلات میں طاقت اور ہمت کا سچا اور کامیاب ذریعہ ہوتی ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ ایسی راہ میں اس بڑے ملک میں سب کی دلی ہمدردی اور امداد خواہ وہ برطانوی ہند میں ہوں خواہ ہندوستانی ریاست میں بغیر کسی جماعت یا اعتقاد یا نسل یا سیاسی پارٹی کے امتیاز کے دستیاب ہو سکے گی۔

میرا یقین ہے کہ ایسے دن پر جبکہ وہ شئے جو موجودہ دنیا کی تہذیب میں سب سے بیش قیمت اور اہم ہے۔ خطرے میں پڑی ہے۔ ہندوستان قوت کے اصول کے خلاف انسانی آزادی کی طرف امداد کرے گا اور دنیا کی بڑی قوموں اور تاریخی تہذیبوں میں اپنا شایان شان حصہ لے گا۔"

مسلم لیگ اور جنگ

۱۸ ستمبر ۱۹۳۹ء کو بمقام دہلی آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ مسٹر محمد علی جناح صدر مسلم لیگ اجلاس میں شریک تھے۔ یہ اجلاس شام تک ختم ہوا۔ ورکنگ کمیٹی نے ایک طویل رزولیوشن بین الاقوامی حالت اور مجوزہ فیڈریشن کے بارے میں بالاتفاق رائے پاس کیا۔ ذیل کا اقتباس وہ ہے جو بین الاقوامی حالت کے بارے میں ہے۔

ترجمہ۔ "اگر حکومت برطانیہ موجودہ خوفناک دور میں جو کہ دنیا کے سامنے ہے مسلمانوں کا مکمل اور باعزت تعاون چاہتی ہے اور اگر وہ اسکو کامیابی کے ساتھ ختم کرنا چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ مسلمانوں میں

حفاظت اور اطمینان کا احساس پیدا کرے اور مسلم لیگ پر اعتماد کرے جو کہ مسلم ہندوستان کی جانب سے بولنے کیلئے واحد ادارہ ہے"

کانگریس اور جنگ

کانگریس ورکنگ کمیٹی نے جنگ کے بارے میں ایک طویل بیان شایع کیا۔ ذیل میں اس کا اقتباس درج ہے۔

ترجمہ "ورکنگ کمیٹی نے اس خوفناک آفت پر جو یورپ میں اعلان جنگ کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے بہت غور کیا۔ کانگریس نے ان اصولوں کو بارہا بتادیا ہے جو جنگ کی صورت میں قوم کو اختیار کرنا چاہئے۔ اور صرف ایک مہینہ قبل ہی اس کمیٹی نے ان کو دہرایا تھا۔ اور برطانوی حکومت کی جانب سے ہندوستانی رائے کا مضحکہ اڑانے کے خلاف اپنی ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ برطانوی حکومت کی اس پالیسی سے خود کو بے تعلق کرنے کے لئے بطور پہلے قدم کے کمیٹی نے مرکزی اسمبلی کے کانگریسی ممبروں کو ہدایت کی کہ وہ آئندہ اجلاس میں شریک ہونے سے باز رہیں۔ تب سے برطانوی حکومت نے ہندوستان کے برسر جنگ ملک ہونے کا اعلان کردیا ہے۔ آرڈیننس نافذ کئے ہیں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں ترمیمی بل پاس کردیا ہے اور دوسرے وسیع اقدام اٹھائے ہیں۔ جو کہ ہندوستانی لوگوں پر گہرا اثر ڈالتے ہیں اور صوبائی حکومت کے حقوق اور اعمال کو محدود کرتے ہیں۔

کانگریس نے فیسزم اور نازی ازم کے اصول اور عمل اور انکی
جنگ پسندی۔ تشدد اور انسانی روح کو کچلنے کے خلاف
بار بار اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اس نے (کانگریس نے) اُس
تشدد کی جس میں انہوں نے بارہا حصہ لیا اور قائم کردہ اصول
کی اور مہذب برتاؤ کے تسلیم شدہ پیمانوں کی شکست کی
مذمت کی ہے۔ اسکی نظر میں فیسزم اور نازی ازم امپیریلزم
کی شدتِ اجتماع ہے جس کے خلاف ہندوستانیوں نے
سال ہا سال جدوجہد کی ہے اس لئے ورکنگ کمیٹی کا فرض ہے کہ
وہ جرمنی کی نازی حکومت کے پولینڈ پر آخری تشدد کی بلا
ہچکچاہٹ کے مذمت کرے اور جو اس کا مقابلہ کر رہے ہیں
ان کے ساتھ ہمدردی کرے۔

کانگریس نے مزید طے کیا ہے کہ ہندوستان کیلئے جنگ اور
امن کا سوال ہندوستانیوں کے ہاتھوں طے ہونا چاہئے۔۔۔۔۔
اگر جنگ کا مقصد یہ ہے کہ وہ امپیریلزم کے مقبوضات۔ نوآبادیات
مفاد اور حقوق خصوصی کی حالت جوں کی توں رکھنے کی محافظت
کرے تب ہندوستان کا اس سے کوئی سروکار نہیں ہو سکتا اگر
مسئلہ جمہوریت اور دنیا کے ایک ایسے نظام کا ہے جو جمہوریت پر
مبنی ہو تو ہندوستان کو اس میں گہری دلچسپی ہے۔

تمت

فرہنگ

فرہنگ

سوشلزم | ایک نظام زندگی جس میں تمام ذرائع پیداوار پر ہر فرد جماعت کا مشترکہ قبضہ ہوتا ہے۔ اسی لئے اس نظام کی حکومت تمام ذرائع پیداوار پر قبضہ کرلیتی ہے اور فرد کے قبضہ میں کچھ نہیں رہتا۔ یہ لفظ اپنے اس معنی میں عموماً ۱۸۳۴ء سے استعمال ہو رہا ہے جب کہ نیو لینارک میں رابرٹ اون نے یہ نظم قائم کیا۔ موجودہ صدی میں نومبر ۱۹۱۷ء سے جب کہ روس میں انقلاب ہوا۔ یہ لفظ عام طور پر روسی نظام کے لئے جو مذکورہ بالا قسم کا ہے، استعمال ہوتا ہے۔

کمیونزم | یہ اصل میں سوشلزم کی شاخ ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ کمیونزم میں کام کی اجرت مزدور کی ضرورت و احتیاج کی بنا پر متعین کی جاتی ہے اور سوشلزم میں قابلیت اور کام کی مقدار کو بھی اجرت کی تعین میں دخل ہے۔

بالشویزم و منشویزم | روس میں جب انقلاب ہوا ہے۔ اس زمانہ میں وہاں سوشلسٹوں کی دو پارٹیاں تھیں ایک اکثریت، اور دوسری اقلیت میں تھی، اقلیت انتہا پسندوں کی تھی اور اکثریت ان سے کسی قدر کم درجہ پر سخت تھے۔ اکثریت کو بالشویزم اور اقلیت کو منشویزم کہتے ہیں۔

فیسیزم | اس تحریک کا بانی بینو مسولینی آمر اطالیہ ہے۔ یہ تحریک خالص وطنی ہے، اور سوشلزم کے بالکل ضد ہے، اسکی بنیاد ایک

سخت قسم کے جماعتی نظم پر ہے۔ یہ لفظ فاشیستہ سے نکلا ہے جسکے معنی ہیں تھپیوں کا گٹھہ بینیو مسولینی نے ۱۹۱۹ء میں اس تحریک کے ذریعہ اطالویوں کو ایک زبردست وطنی برادری میں اسطرح باندھ دیا جیسے الگ الگ تھپیوں کو ایک گٹھہ میں باندھ کر ایک کر دیا جاتا ہے۔ یہ تحریک صرف سوشلزم کو اطالیہ سے رخصت کرنے کے لئے شروع ہوئی تھی۔ مگر بہت جلد اس نے مدافعت کی بجائے جارحانہ صورت اختیار کر لی۔

نازی ازم مخفف ہے نیشنل سوشل ورکرز پارٹی کا۔ یہ ہر ہٹلر نے ۲۴ فروری کو اپنی پارٹی کا یہ نام رکھا ہے۔ اسکی بنیاد جرمن نسل پرستی پر قائم ہے۔ ان کے پچیس اصول ہیں جن میں بنیادی یہ ہے کہ سب کچھ جرمن نسل کے لئے ہے۔

معاہدہ ورسلینز پچھلی جنگ عظیم ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو دن کے گیارہ بجے ختم ہوئی اس کے بعد توں تک مال غنیمت کی تقسیم تاوان جنگ کی تعین وغیرہ کے لئے معاہدے ہوتے رہے۔ اس سلسلہ میں بڑی کانفرنس وہ تھی جو ۱۰ جنوری کو پیرس میں ہوئی اسے صلح کانفرنس پیرس کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد بھی آپس میں کئی معاہدے ہوئے، چنانچہ اتحادین (برطانیہ، فرانس) اور جرمنی کے مابین جو معاہدہ ۲۸ جون ۱۹۱۹ء کو ہوا تھا وہ معاہدہ ورسلینہ یا ورسائی کہلاتا ہے، اس میں جرمنی سے تمام نوآبادیات اور بہت سے علاقے پاداشِ جنگ میں چھین لئے گئے تھے، اور اس پر بہت بڑا تاوان جنگ عاید کیا گیا تھا۔ یہ معاہدہ شہر ورسلینز میں ہوا تھا۔ یہ شہر پیرس دارالسلطنت فرانس کے جنوب مغرب میں ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ فرانس کے شاہی محلات

یہیں ہیں، آبادی تقریباً ستر ہزار۔

معاہدہ لوکارنو ۱۹۲۵ء میں جرمنی اور فرانس کے مابین معاہدہ بمقام لوکارنو۔ یہ سوئٹزرلینڈ کا ایک چھوٹا سا مقام ہے جو اطالوی سرحد کے قریب میگائر جھیل کے سرے پر واقع ہے۔

معاہدہ برسٹ لٹوسک بالشویک روس اور جرمنی کے مابین یہ خفیہ معاہدہ نومبر ۱۹۱۷ء میں ہوا تھا، اسمیں ایک طرف روس اور دوسری طرف جرمنی ترکی آسٹریلیا اور بلغاریہ شریک تھے اس معاہدہ کے ذریعہ روس نے اپنے ملک کا بہت بڑا حصہ چھوڑ کر جنگ سے گلو خلاصی کرائی تھی۔ چونکہ یہ معاہدہ مقام برسٹ لٹوسک میں ہوا تھا اس لئے اسی نام سے موسوم ہے۔ یہ مقام پولینڈ کے علاقہ گورڈنو میں واقع ہے یہاں ایک پرانا قلعہ ہے آبادی تقریباً پچاس ہزار

پوسڈام برلن سے ۱۶ میل پر ایک خوش منظر چھوٹا سا قصبہ جہاں ۱۷۶۶ء میں فریڈرک اعظم نے سنسولی پیلیس نامی مشہور محل بنوایا تھا۔

انٹی کمونسٹرن پیکٹ جرمنی اور جاپان کے مابین ۲۵ نومبر ۱۹۳۶ء میں کمیونزم کے اثرات کو روکنے کے لئے جو معاہدہ ہوا، اس معاہدہ میں اٹلی ۱۹۳۷ء داخل ہو گیا، اس طرح اب یہ معاہدہ جاپان، جرمنی اور اٹلی کے مابین ہے۔

ڈانزگ دریائے وستولا پر، خلیج ڈانزگ کے کنارہ پولینڈ سے

بالکل ملا ہوا ایک شہر جو ۱۹۱۸ء تک پروشیا کا تھا، اور ۱۹۱۸ء میں جرمنی سے چھین کر آزاد شہر بنا دیا گیا۔ آبادی معہ ملحقہ دیہات تقریباً سوا چار لاکھ۔ یہ شہر بحیرۂ بالٹک کی قدیم بندرگاہ ہے۔

کوریڈر پولینڈ کا ایک سرحدی صوبہ جس میں جرمنوں کی بڑی تعداد بستی ہے۔ یہ حصہ بھی پروشیا کا تھا، ۱۹۱۹ء کی صلح کانفرنس پیرس نے اسے پولینڈ کے حوالہ کر دیا تھا۔

مونخ جرمنی، دریائے الیسر کے کنارے علاقہ بویریا کا دار الصدر مشہور تجارتی و حکومتی مرکز۔ آبادی تقریباً ساڑھے سات لاکھ

ریش مخفف ہے ریشتاغ کا، جرمن پارلیمان۔

جدید ریاستیں ۱۹۱۸ء میں جنگ عظیم کے ختم پر یورپ میں چھ جدید حکومتیں قائم ہوئیں۔ لیتھونیا۔ لٹویا۔ استھونیا فن لینڈ۔ یہ ریاستیں تقریباً تمام وہ ہیں جو زار کے زمانہ تک روسی شہنشاہیت کی جزو تھیں، ان کے علاوہ ایک نئی ریاست چیکوسلوویکیا بھی قائم ہوئی، یہ ریاست سلطنت آسٹریا ہنگری سے بڑا حصہ اور کسی قدر جرمنی کا حصہ ملا کر بنائی گئی تھی۔ اسی طرح پولینڈ کی نئی سلطنت وجود میں آئی اس میں بڑا حصہ آسٹریا اور جرمنی سے اور کچھ حصہ روس سے لیکر شامل کیا گیا۔ یہ چھ ریاستیں جدید ریاستیں کہلاتی ہیں۔